سلسلہ نمبر 1

اخلاق عملی
کے بائیس نکتے

آیۃ اللہ مہدوی کنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اخلاق عملی

کے بائیس نکتے

102037
No. 11.047 Date 16/2/10
Section...... اخلاق و شباب ......Status
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

مولف

آیۃ اللہ مہدوی کنی

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

ناشر

مرکز اسلامی ٹرسٹ کراچی پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مشخصات

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔اخلاق عملی کے بائیس نکتے

تالیف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آیۃ اللہ مہدوی کنی

ترجمہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔معارف اسلام پبلشرز

ترتیب۔۔۔۔۔۔۔۔۔سکندر علی بہشتی

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔مصطفیٰ جعفری، سجاد شاکری

تزئین۔۔۔۔۔۔۔۔۔سجاد حسین

طبع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اول

سال طبع۔۔۔۔۔۔۔۔شوال ۱۴۳۰ھ/اکتوبر ۲۰۰۹ء

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرکز اسلامی ٹرسٹ

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰۰

قیمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰ روپے

طابع۔۔۔۔۔۔۔۔۔پرنٹ اسپوٹ

ملنے کا پتہ

جامعہ العلوم الاسلامی B.10.11 سروے

نمبر 639 جعفر طیار سوسائٹی ملیر کراچی۔

فون نمبر۔021-34518593

فہرست

فہرست.......................................۳
عرض ناشر...۵
پیش لفظ ۷
۱۔ خودشناسی اورخداشناسی..........................۱۷
۲۔ خودآگاہی واحساس ذمہ داری (بیداری) ۲۱
۳۔ خدا کی یاد (تذکر) ۲۵
۴۔ تذکراور تفکر (انفس وآفاق کی سیر) ۲۹
۵۔ الحب للہ والبغض للہ (تولی وتبری) ۳۳
۶۔ شریعت اوراحکام خداوندی کاعلم ۳۹
۷۔ مخلص دوست کاانتخاب ۴۱
۸۔ حرام سے پرہیز ۴۵
۹۔ توبہ واستغفار ۵۳
۱۰۔ واجبات اورفرائض کی ادائیگی ۵۷
۱۱۔ نوافل اور مستحبات کی انجام دہی (اور مکروہات سے اجتناب) ۶۳
۱۲۔ مرابطہ ۶۹

۱۳۔ نیت واخلاص کی بحث اور شرک وریا اور منافقت سے
پرہیز...۷۷
۱۴۔ ریاضت اور نفس کے ساتھ جہاد ۸۹
۱۵۔ نظم وضبط اور وقت کی تقسیم ۹۵
۱۶۔ فرصت کے لمحات کو غنیمت سمجھنا ۹۹
۱۷۔ بندگان خدا کی خدمت ۱۰۳
۱۸۔ اللہ پر توکل اور اعتماد ۱۱۵
۱۹۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک ۱۲۳
۲۰۔ زہد ۱۳۱
۲۱۔ قناعت ۱۳۷
۲۲۔ تواضع...۱۴۷

☆☆☆

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس دفعہ بشریت کی ہدایت و قیادت کا بوجھ اٹھانے کے لئے اللہ تعالی کی نظر انتخاب حضرت محمد بن عبداللہؐ پر پڑی اور ان کو اس خطیر اور اہم فریضہ کی انجام دہی کیلئے منتخب کیا۔ چنانچہ اس سے قبل دیگر انبیاء الہی اپنے اپنے زمانے میں اپنے فرائض منصبی بوجہ احسن انجام دے چکے تھے۔

اِنَّاسَنُلۡقِی عَلَیۡکَ قَوۡلاً ثَقِیۡلاً.

ہم عنقریب تمھارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں۔ (سورہ مزمل، آیت نمبر۵)

چنانچہ سرور کائنات حضرت رسول اکرمؐ غار حرا سے نور ہدایت، مشعل حق اور قیادت صالحہ کا پیام الہی لیکر آئے تا کہ پیاسی دنیا کو چشمہ زلال اور حق وحقیقت کے باران رحمت سے سیراب کرسکے۔ آپ کے تمام پیغامات چاہے عقیدہ سے مربوط ہوں یا اخلاق وخودسازی اور معاشرہ سازی سے متعلق ہوں یا فکر وعمل کی دعوت ہوں۔ فطرت انسانی سے ہم آہنگ اور عقل سلیم کی عین مطابق ہونے کی وجہ سے ارتقاء بشریت، حصول تکامل وترقی اور انسان کامل بننے کے لئے اشد ضروری تھا۔ رسول اکرمؐ نے اس پیغام کو لانے کے ساتھ ساتھ ایک

سنگین بوجھ بھی اپنے ذمہ لیا وہ ہے ''تبلیغ دین'' اس لئے ۲۳ برس کے عرصے تک تمام مشکلات، مسائل اور دشمنوں کی سازشوں کے باوجود نور اسلام کی شعاعیں پھیلاتے رہے۔ اور کسی کے خوف و ہراس اور طمع و لالچ سے مرعوب ہوئے بغیر باکمال متانت، شہامت اور استقامت اپنا شرعی فریضہ انجام دیتے رہے۔

وَالَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰه.

اور وہ لوگ جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی ایک سے بھی نہیں ڈرتے۔

چنانچہ ایک مختصر مدت میں اسلام نے تمام مذاہب اور ادیان اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کیا۔ عہد رسالت کے خاتمے کے بعد بھی تبلیغ رسالت و ترویج اسلام اور الٰہی پیغام رسانی کا سلسلہ بدستور جاری رہا چونکہ دین مقدس اسلام ایک ابدی پیغام ہے کسی مبلغ کی حیات سے اس کا وجود وابستہ نہیں چنانچہ مولای متقیان حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کا فرمان ہے:

وهل يبلغ من الله بعد الرسول الا البشر.

پیامبران الٰہی کے بعد الٰہی پیغام رسانی کا سلسلہ بشر کے ذریعہ ہی جاری رہے گا۔

دراصل تبلیغ دین اور اس کے تحریف وغلط تاویل سے محفوظ کرنے کی ضرورت واہمیت ،اصل دین کی اہمیت سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ ہر زمانے میں بطور عموم اور عصر حاضر میں بطور خاص دینی تعلیمات کے فروغ ،اخلاقی اقدار کو عام کرنا اور مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد کی فضا پیدا کرنا، عقل و شرع کی نگاہ میں ایسا فریضہ ہے جس کو کسی حالت میں ترک نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جامعة العلوم اسلامیة زیرنگرانی المرکز الاسلامی جعفر طیار نے اسلامی تعلیمات اور علوم دین کی ترویج وتبلیغ کو اپنے اغراض ومقاصد کا لازمی حصہ قرار دیا ہے دوسری طرف تبلیغ وترویج اسلام کے موضوع پر ایسا ایک کتابچہ نہیں پایا جاتا جو مفید مختصر اور عام فہم ہو لہذا بعض دوستوں سے مشورے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ عقائد اسلام ،فروع دین ،اخلاق اور دیگر فکری وثقافتی موضوعات پر کچھ اس طرح کے کتابچے طبع و نشر کئے جائے جو عام انسان کی قدرت خرید سے باہر نہ ہو اور اس کا مطالعہ بھی آسان ہو (چھوٹا سائز کی وجہ سے) اور کسی بھی موضوع پر آمادہ مواد (تیار لقمہ) بھی فراہم ہو۔

مذکورہ بالا غرض کے پیش نظر جامعة العلوم الا سلامیة زیرنگرانی المرکز الاسلامی ٹرست جعفر طیار زیر نظر کتاب ''اخلاق عملی کے بائیس نکتے'' قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے جو ''اخلاق عملی'' ''مؤلف آیة اللہ مھدوی کنی'' کا

خلاصہ ہے۔ جسے برادر عزیز سکندر علی بہشتی نے فارسی خلاصہ ''خلاصۂ نقطہ ھای آغاز در اخلاق عملی'' کے ترتیب پر اصل کتاب سے اخذ کیا ہے۔ جس پر ہم ان کا اور دیگر برادران کا جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں اپنی خدمات انجام دی ہے شکر گزار ہیں اور اللہ سے دعا گو ہیں کہ یہ سلسلہ کامیابی کے ساتھ آگے بڑھے۔

جامعة العلوم الاسلاميه

جعفر طیار ملیر کراچی پاکستان

پیش لفظ

اخلاق کی تعریف:

اخلاق جمع ہے ''خُلق'' کی۔ خُلق انسان کی باطنی حالت سے عبارت ہے، جس طرح خَلق اشیاء کی ظاہری و مادی صورت یا ساخت کا نام ہے۔

انسان کی باطنی یا روحانی صفات، عادات اور جبلی خصائل کو اخلاق کہا جاتا ہے نیز ان خصائل کے نتیجے میں سامنے آنے والے طرز عمل اور کردار کو بھی اخلاق کے نام سے پکارتے ہیں۔

علم اخلاق کے ماہرین نے انسان کی روحانی اور نفسیاتی عادات، صفات اور کیفیات کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے جو یہ ہیں۔

۱۔ فطری اور طبعی (نیچرل)

۲۔ اکتسابی یا اختیاری

فطری صفات:

فطری صفات سے مراد انسانی فطرت میں موجود خداداد صلاحیتیں، جذبات اور جبلی خصلتیں ہیں۔ ان صفات کے حصول میں اختیار اور عمل کا کوئی دخل نہیں ہوتا، مثال کے طور پر خدا جوئی، عرفان اور ماوراء الطبیعات کے بارے میں تحقیق کا جذبہ نیز حقیقت کی جستجو، حق پرستی، عدالت پسندی،

اپنی سر بلندی و رفعت، شخصیت، آزادی، احترام ذات، حب بقا اور حب کمال کی حس، علاوہ ازیں عقل، شہوت اور جذبہ غضب جیسی باطنی کیفیات۔

یہ وہ باطنی صفات وخصوصیات ہیں جو اس بہترین نظام آفرینش میں فطری طور پر اسے عطا ہوئی ہیں اور انسان کو دوسرے حیوانوں سے جدا کرتی ہیں۔اس کے برعکس صفات اکتسابی سے مراد وہ صفات ہیں جو انسانی ارادے، اختیار اور عمل کے باعث تدریجا حاصل ہوتی ہیں۔اس مرحلے کی اچھی صفات و عادات کو ''مکارم'' اور ''فضائل'' کا نام دیا جاتا ہے اور بری صفات و عادات کو ''رذائل'' کا نام دیا جاتا ہے۔پس اگر انسان کے اعمال و کردار صفات عالیہ اور عادات فاضلہ کے زیر اثر ہوں تو محاسن اخلاق و آداب کہلائے جائیں گے لیکن اگر بری عادات اور ملکات رذیلہ کے تابع ہوں تو ''سیئات'' یا اخلاقی برائیوں کے نام سے موسوم ہوں گے۔

بہر حال ملکات فاضلہ اور فضائل عالیہ تک رسائی کے لئے علمی و عملی میدانوں میں ریاضت اور جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔یہاں پہلے مرحلے میں اخلاقی فضائل و رذائل نیز انسان کے حقیقی مقام سے آگاہی کی ضرورت ہے اور اس کے بعد نفس امارہ کے ساتھ مقابلہ کرنے کی، کیونکہ جب تک نفس امارہ کا مقابلہ نہ کیا جائے انسان نفسانی خواہشات پر غالب نہیں آ سکتا اور جو شخص اس میدان میں ناکام رہے وہ روحانی

سلامتی، بلندی اور فضل وشرف سے محروم رہے گا۔ظاہر ہے جو شخص نفس اور روح کی سلامتی کے مرحلے تک نہ پہنچ سکے اس کا شمار قیامت کے دن مجرموں میں ہوگا۔

علم اخلاق کے مختلف زاویے:

اخلاقی مسائل پر مختلف زاویوں سے بحث ہوسکتی ہے۔اور ہر زاویہ ایک مخصوص موضوع یا عنوان کا حامل ہے۔ یہاں ہم اہم ترین عناوین کی طرف اشارہ کریں گے۔

۱۔ اخلاق نظری یا فلسفہ اخلاق

۲۔ اخلاق تطبیقی یا اخلاق مقارن

۳۔ اخلاق عملی یا اخلاقی روش

اخلاق نظری میں فلسفہ اخلاق یعنی اخلاق کی بنیادوں نیز اخلاقی خوبیوں اور برائیوں کے معیاروں سے بحث ہوتی ہے،مثال کے طور پر اخلاق کے نسبی یا مطلق ہونے کا مسئلہ نیز حسن وقبح ذاتی اور مصالح ومفاسد جیسے مسائل۔

اخلاق تطبیقی میں مختلف نظریات اور مکاتب کے درمیان موازنہ اور مقایسہ کیا جاتا ہے یعنی مختلف نظریات سے آگاہی کے بعد ان نظریات میں سے ہر ایک کے معیاروں اور بنیادوں کا موازنہ کرکے ان میں سے بہترین نظریے کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔

رہا عملی اخلاق (یا اخلاق عملی) تو واضح ہو کہ اس

کتاب میں ہماری بحث اسی (عملی اخلاق) سے ہوگی۔اگرچہ ممکن ہے کہ ہم وضاحت یا تائید کی خاطر کہیں کہیں دیگر مباحث یاعنوانات کی طرف بھی اشارہ کرتے چلیں۔

عملی اخلاق کاہدف اور مقصدوہ آداب واحکام ہیں جن پرتزکیہ نفس کی خاطر کاربند رہناضروری ہےاور جوعمل کے ذریعے ہمیں ہدف سے نزدیک ترکرتے ہیں۔یادرہے کہ یہاں عمل سے مراد جسمانی اعمال کے ساتھ ساتھ باطنی اور قلبی اعمال بھی ہیں مثلاً نیت،محبت،نفرت،بدگمانی،حسد،کینہ، تواضع اورتکبروغیرہ۔۔۔

نکتہ:

اب جب ہماری بحث کاسلسلہ یہاں تک پہنچ چکاتو یہ سوال سامنے آتا ہے کہ انسان اپناتزکیہ کیونکرکرسکتا ہے؟اور اسے کہاں سے اس کام کی ابتداکرنی چاہئے؟پہلے سوال کے جواب میں درج ذیل بنیادی نکات پرتوجہ کی ضرورت ہے:

۱۔جس طرح جسمانی صحت وسلامتی کے لئے ورزش اورمشق کی ضرورت ہے اسی طرح تزکیہ نفس اور خودسازی کے لئےبھی ریاضت اورنفس کے ساتھ مسلسل جہادکی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔جس طرح جسمانی ورزش کی ابتداآسان ورزشوں سے ہوتی ہےاور بتدریج اس میں اضافہ ہوتاجاتاہے

اسی طرح تزکیہ نفس کے لئے بھی آسان چیزوں سے ابتدا کرنی چاہئے اور بتدریج اگلے مراحل کی طرف بڑھنا چاہئے۔

۳۔ جس طرح جسمانی ورزش میں تسلسل اور تداوم ضروری ہے اسی طرح روحانی ومعنوی ریاضت کے لئے بھی جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔

چنانچہ خداوند تبارک وتعالی فرماتا ہے:

اِنَّ الَّـذِیـنَ قَالُواْ رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیهِمُ الْمَلائِکَةُ اَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا...

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر استقامت اختیار کرتے ہیں ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں ڈرنے اور غم کھانے کی ضرورت نہیں۔(۱)

امیر المومنین علیؑ سے منقول ہے:

قلیل مدوم علیه خیر من کثیر مملول منه.

وہ تھوڑا کام جس پر مداومت کی جائے اس کام سے بہتر ہے جو زیادہ ہو لیکن آدمی اس سے اکتا جائے۔(۲)

۴۔ جس طرح جسمانی سلامتی کے لئے فعل اور ترک فعل (علاج اور پرہیز) دونوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے اسی طرح روح کی سلامتی اور تزکیہ نفس کے لئے فعل اور ترک فعل

....

۱۔ سورہ فصلت/۳۰۔

۲۔ نہج البلاغہ صبحی صالح حکمت/۴۴۴۔

دونوں کی ضرورت ہے ۔مثال کے طور پر واجبات کی بجا آوری اور ترک محرمات یا تولیٰ وتبریٰ یا مستحبات کی بجا آوری اور مکروہات کو ترک کرنا وغیرہ۔۔۔

۵۔سب سے اہم چیز جس کی رعایت ہر حال اور ہر مرحلے میں ضروری ہے حضور قلب اور اخلاص ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس نکتے پر بار بار زور دیتا ہے کہ دین وعبادت کے لئے اخلاص ضروری ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا اُمِرُوا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِینَ لَہُ الدِّینَ......

ان کو سوائے اس کے کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ کمال اخلاص کیساتھ اللہ کی عبادت کریں۔(۱)

☆☆☆

....

۱۔ سورہ بینہ/۵۔

پہلا نکتہ

خودشناسی اور خداشناسی

علم اخلاق کے ماہرین کے نزدیک اس علم کا اصلی ہدف اور مقصد تزکیہ نفس اور انسان کی خوش بختی وسعادت ہے اس ہدف تک رسائی خودشناسی کے بغیر ممکن نہیں بنا برایں ہم آپ کی توجہ اسلام کی نظر میں اس موضوع کی اہمیت کی جانب مبذول کراتے ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

مَن عَرَف نفسه فقَد عرَف رَبّه .

جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔(۱)

امام علیؑ کا فرمان ہے:

اَفضلُ المَعرفةِ مَعرفةُ الِانسانِ نفسَهُ.

سب سے بہترین معرفت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو پہچان لے۔(۲)

اسی وجہ سے امیر المؤمنین علیؑ نے ان لوگوں کے انجام کو قطعی ہلاکت قرار دیا ہے جو اس وادی میں قدم رکھتے ہیں لیکن خودشناسی کی کوشش نہیں کرتے، آپؑ نے فرمایا:

هلک امرؤٌ لم یعرف قدره.

۱۔ المحجۃ البیضاء ج ۱ ص ۶۸۔

۲۔ فہرست غرر ص ۳۸۷۔

وہ شخص ہلاک ہوا جس نے اپنے قدر و قیمت نہیں پہچانی۔(۱)

ایک اور مقام پر امام علیؑ خود شناسی کے مسئلے پر توجہ نہ دینے کو ضلالت اور گمراہی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَن لَم یَعرِف نفسَه بَعدَ عَن سَبیلِ النَّجاةِ و خَبطَ فِی الضَّلاَلِ و اَلجَهالات.

جو شخص اپنے آپ کو نہیں پہنچانتا وہ نجات کے راستے سے دور اور گمراہی و جہالت کی وادی میں غرق ہوتا ہے۔(۲)

ایسا شخص مولانا رومی کے بقول وہ اپنے آپ کو سستے داموں بیچ دیتا ہے وہ کہتے ہیں:

خویشتن نشناخت مسکین آدمی
از فزونی آمد و شد در کمی

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت
بود اطلس خویش بردلقی بدوخت

ترجمہ: بے چارے انسان نے اپنی حقیقت نہیں پہچانی وہ بلندی سے آیا تھا لیکن پستی کا شکار ہو گیا انسان نے اپنے آپ کو سستے داموں فروخت کر دیا۔ اس کی مثال اس مخمل سی تھی جو ٹاٹ میں بطور پیوند لگ گیا۔

....

۱۔ نہج البلاغہ صبحی صالح حکمت/۱۴۹۔

۲۔ فہرت موضوعی غرر ص ۳۸۷۔

دوسرا نکتہ

﴿خود آگاہی و احساس ذمہ داری﴾

(بیداری)

سالک راہ حق کی دوسری اہم ذمہ داری بیداری ہے۔ یعنی خواب غفلت سے بیداری اور اس ذمہ داری کا احساس کہ اس عظیم کائنات میں انسان کی تخلیق بے مقصد اور عبث نہیں جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاکُمْ عَبَثاً وَاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لاتُرْجَعُوْنَ.

کیا تم نے یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے مقصد خلق کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں پلٹائے جاؤ گے۔(۱)

بہت سارے لوگ مرتے دم تک خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔

چنانچہ حدیث میں مذکور ہے

النّاس نِیام اذا ماتوا اِنتَبھُوا.

لوگ خواب غفلت میں غوطہ ور ہیں جب مریں گے تب بیدار ہوں گے۔(۲)

امیر المؤمنینؑ وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کیا تیرے مرض کے لئے شفا اور تیرے خواب غفلت کے لئے بیداری نہیں ہے؟ رات ہی کو عذاب الٰہی کے

....

ا۔ سورہ مؤمنون/۱۱۵۔ ۲۔ امالی الاخبار ص ۳۸۶۔

ڈیرے ڈالے رہنے کا خطرہ تجھے بیدار کیوں نہیں رکھتا؟ حالانکہ تو اپنے گناہوں کی بدولت اس کے قہر و غضب کی راہ میں پڑا ہوا ہے دل کی کوتاہیوں کے روگ کا چارہ عزم راسخ سے اور آنکھوں کے خواب غفلت کا مداوا بیداری سے کرو۔(۱)

☆☆☆

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ۔۲۲۰۔

تیسرا نکتہ

﴿خدا کی یاد﴾

(تذکر)

تذ کر سے مراد یہ ہے کہ انسان ہمیشہ خدا کو یاد کرے، اسے پیش نظر رکھے اور اللہ کے سامنے اپنی بندگی اور بندوں والی ذمہ داری کو فراموش نہ کرے کیونکہ جو شخص بھی اللہ کو فراموش کرے وہ خود فراموشی میں مبتلا ہوتا ہے یعنی وہ اپنے وجود سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن فرماتا ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسٰهُمْ أَنفُسَهُمْ.

اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا جس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو بھلا بیٹھے۔(۱)

امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان للذکر لا هلا اخذوه من الدنیا بدلا فلم تشغلهم تجارة و لا بیع عنه.

بہ تحقیق یاد خدا کے کچھ اہل افراد ہیں جنہوں نے دنیا کے بدلے اسے اختیار کیا ہے وہ کسی قسم کی تجارت یا خرید و فروش کے باعث خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔(۲)

آپؑ رسول اللہؐ کے پیروکاروں اور اہل بیتؑ کے بارے میں

....

۱۔ سورہ حشر/۱۹۔

۲۔ نہج البلاغہ صبحی صالح خطبہ/۲۲۲۔

فرماتے ہیں:

......اذا ذكر اللّٰه هملت اعينهم حتى تبلّ جيوبهم و مادوا كما يميد الشّجر يوم العاصف خوفاً من العقاب و رجآئا للثّواب .

جب اللہ کا نام لیا جاتا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے یہاں تک کہ ان کے گریبان آنسوؤں سے تر ہو جاتے تھے۔ اور وہ اس طرح سے کانپتے اور لرزتے رہتے جس طرح بید کا درخت تند و تیز ہوا کے باعث لرزتا ہے یہ سب کچھ عذاب کے خوف اور ثواب کی امید کے باعث تھا۔(۱)

☆☆☆

....

۱۔ نہج البلاغہ صبحی صالح خطبہ/۹۷۔

چوتھا نکتہ

﴿تذکر اور تفکر﴾

(انفس و آفاق کی سیر)

تذکر اور تفکر کے مختلف مراحل ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہیں کبھی تذکر تفکر کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے اور گاہے تفکر، تذکر کی راہ ہموار کرتا ہے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے گردو پیش کے حالات سے استفادہ کرے تاکہ وہ نئی اور زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکے دوسرے لفظوں میں اسے چاہئے کہ اپنی فکر سے کام لے اور خاموشی وسکوت کے دائرے سے نکل کر سرگرم عمل ہو۔ تفکر انسان کو محسوسات کے مرحلے سے نکال کر تعقل کے مرحلہ میں پہنچا دیتا ہے اور حیوانیت کے پست مرتبے سے اٹھا کر انسانیت کے اعلیٰ منزل پر فائز کر دیتا ہے تفکر انسان کی ماوراء الطبیعی روح کو بیدار اور محو پرواز کر دیتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

اَلَّذِینَ یَذْکُرُونَ اللّٰہَ قِیاماً وَقُعُودًا وَ عَلیٰ جُنُوبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُونَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ....

جو حالت قیام، حالت قعود اور پہلوؤں کے بل اللہ کو یاد کرتے ہیں، نیز آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو نے اس عالم کو عبث خلق نہیں کیا۔(۱)

....

۱۔ سورہ آل عمران/۱۹۱۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فکر کے بغیر ذکر اور ذکر کے بغیر فکر کارآمد نہیں جب یہ دونوں مل جائیں تو انسان کو حیوانیت اور درندگی کی پستیوں سے نکال کر عرفان وخداجوئی کی بلندیوں تک پہنچاتے ہیں پس (اے برادر) ہمیشہ خدا کی یاد میں مگن رہنے کی کوشش کرو اس کے ساتھ ساتھ اپنی قوت تفکر سے کام لو اور اپنی روح کو بلندیوں میں پرواز کرنے کے لئے آمادہ رکھو۔

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں:

طوبی لمن شغله قلبه، بالفکر و لسانه بالذکر.

خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا دل غور وفکر میں اور زبان ذکر خدا میں مشغول ہو۔(۱)

امام ہشتم علی بن موسی الرضاؑ فرماتے ہیں:

لیست العبادة کثرة الصلاة و الصوم انما العبادة التفکر فی امر اللّٰه عز وجل.

عبادت یہ نہیں ہے کہ انسان کثرت سے نماز پڑھے یا روزے رکھے بلکہ عبادت تو خداوند عز وجل کے امر میں غور وفکر کا نام ہے۔(۲)

....

۱۔ فہرست موضوعی غرر ص ۳۱۰۔

۲۔ بحار الانوار مطبوعہ بیروت ج/۶۸ ص ۳۲۲۔

اس حدیث سے بظاہر یہی مراد ہے کہ درحقیقت عبادت صرف اس بات میں غور وفکر کرنے کا نام ہے جو خدا اور اس کے امر وارادے سے متعلق ہو باالفظ دیگر عبادت یہ ہے کہ ہر چیز پر اس لحاظ سے غور وفکر کیا جائے کہ وہ خدا کا تخلیقی شاہکار، خدا کے ارادے کا مظہر اور اللہ کے اسماء وصفات کا جلوہ ہے تا کہ عبادت میں روح اور جان پڑ جائے خلاصہ یہ کہ امر خداوندی میں غور وفکر کرنا عبادت کے بدن میں روح پھونکنے کے مترادف ہے اور جو عبادت تفکر سے خالی ہو وہ اخلاص سے خالی عبادت کی طرح ایک بے جان اور حقیقت سے تہی ڈھانچہ ہے۔

☆☆☆

پانچواں نکتہ

﴿الحب للہ و البغض للہ﴾

(تولّی وتبرّیٰ)

حب وبغض کو علم اخلاق کی اصطلاح میں شہوت و غضب کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں صفات حسنہ کے حصول اور صفات قبیحہ سے بچنے کے دو اہم ترین عوامل ہیں ۔جب تک انسان کو کسی چیز سے دلچسپی یا محبت نہ ہو وہ اس کی طرف نہیں بڑھتا اور جب تک اسے کسی چیز سے نفرت نہ ہو اس سے اجتناب نہیں کرتا۔امام صادقؑ فرماتے ہیں:

من سرته حسنته وسائته سیئته فهو مومن.

وہ شخص جو اچھے کام میں خوشی محسوس کرے اور برا کام اسے برا لگے وہ درحقیقت مؤمن ہے۔(۱)

اگر چہ شناخت ضروری اور مفید ہے لیکن صرف شناخت کافی نہیں کیونکہ چاہت وارادہ کے بغیر آمادگی حاصل نہیں ہوتی ، کتنے ہی پڑھے لکھے لوگ ہیں جونشہ آوراشیاءاور منشیات کے نقصانات کے بارے میں کتابیں لکھتے ہیں لیکن خوداس لعنت میں مبتلا ہوتے ہیں ۔

بنابرایں یہ قول بے جانہیں کہ :

ان الحیاة عقیدة وجهاد.

بہ تحقیق زندگی عقیدہ اور جہاد سے عبارت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ زندگی عقیدہ کے بغیر اور عقیدہ عشق ومحبت اور

....

۱۔ اکمال الدین دیلمی ص۱۱۰۔

سوز و گداز کے بغیر بے معنی ہے۔ بنابرین ایمان سے مراد ہے محبت اور محبت سے مراد ایمان ۔ جو شخص عشق و محبت کی چاشنی سے بے خبر ہو وہ ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ کسی شخص نے امام صادقؑ سے پوچھا کہ:

کیا حب و بغض ایمان کا حصہ ہے؟

امام نے جواب دیا:

و هل الایمان الا الحب ولبغض.

یعنی ایمان ، اللہ کی خاطر حب و بغض کے علاوہ کچھ نہیں ۔(۱)

ایک اور حدیث میں امام باقرؑ سے مروی ہے:

الدین هو الحب و الحب هو الدین .

یعنی دین عین محبت ہے اور محبت عین دین ہے۔(۲)

اس بات میں شک کی گنجائش نہیں کہ انسان حسن و جمال اور کمال کا دلدادہ ہے۔(۳) اور خدا کی ذات، عین کمال، عین جمال ، عین رحمت بلکہ دوسرے لفظوں میں تمام صفات کمالیہ کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے ان صفات کو ہم صفات ثبوتیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

....

۱۔ اصول کافی ج ۲/ ص ۱۲۵۔

۲۔ تفسیر نور الثقلین ج ۵/ ص ۸۴۔

۳۔ وہ حسن و جمال کو چاہتا ہے اور بدی و برائی سے بیزار ہے۔

بنابریں اللہ سے دوستی تمام خوبیوں سے دوستی کا سرچشمہ ہے۔ ہر وہ شخص جو جمال وکمال کا دلدادہ ہوضرور اللہ سے محبت کرے گااور جوشخص اللہ سے محبت کرے گا وہ یقیناً اس کے جمال وجلال کے مظاہر سے بھی محبت کرے گا۔

بقول شاعر:

عاشقم بر ہمہ عالم کہ ہمہ عالم ازاوست

مجھے پوری کائنات سے محبت ہے کیونکہ پوری کائنات اس کی ہے۔

یہ جاذبیت ایک فطری امر ہے اور ہر کوئی حقیقت مطلق اور ہستی مطلق کے سامنے نیز اس کے حسن و جمال کے آگے مجذوب اوراس کے علم وقدرت کے سامنے مغلوب اور مقہور ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ فطری اور غیر اختیاری وغیر شعوری مجذوبیت کافی نہیں ہے کیونکہ خودسازی اور تزکیہ کے میدان میں معرفت کے ساتھ ریاضت اور نفس کے ساتھ جہاد شرط ہے۔

اس مقصد کیلئے فطری صلاحیتوں سے کام لینا اور اپنی مرضی وانتخاب کے ساتھ دوست کے رضا کے آگے سرتسلیم خم ہونا ضروری ہے ظاہری، طبیعی اور کھوکھلی سرگرمیاں عروج انسانی اور سیر وسلوک کے راستے میں مفید واقع نہیں ہوتیں۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ

اللّٰہُ....

کہو اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ اللہ تمہیں دوست رکھے۔(۱)

اللہ کی محبت اس صورت میں فائدہ مند ہے جب مقام عمل میں اس کا مظاہرہ ہو یعنی حقیقی دوست اور عاشق وہ ہے جو دوست کی پسند کو اپنی پسند پر مقدم رکھے، وادی محبت میں سر تسلیم خم کرنے اور عقل و شعور کے ساتھ انتخاب کرنے کے علاوہ اطاعت اور ریاضت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰیکُمْ...

تم میں اللہ کی نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔(۲)

☆☆☆

....

۱۔ سورہ آل عمران ۳۱/۔

۲۔ سورہ حجرات ۱۳/۔

چھٹا نکتہ

﴿شریعت اور احکام خداوندی کا علم﴾

سالک کو چاہئے کہ کسی بھی کام کو شروع کرنے سے پہلے اسے پہچانے اور اس کے بارے میں حکم شریعت سے آگاہی حاصل کرے تا کہ اس کے اعمال وکردار شریعت کے مطابق ہوں۔ شرعی احکام ووظائف کی شناخت کے بغیر کوئی شخص اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کرسکتا اور دینی آداب پر عمل پیرا نہیں ہوسکتا۔ بنا برایں ہر شخص پر لازم ہے کہ ضرورت کے مطابق دینی احکام وتعلیمات کو اجتہاد یا تقلید کے ذریعے جان لے۔ کم ازکم لوگوں کی ایک جماعت کو چاہئے کہ علوم دینی کو مکمل طور طر سیکھنے کے لئے آگے بڑھے تا کہ وہ دوسروں کو ان کی دینی ذمہ داریوں سے آگاہ کرسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

........فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون.

ان میں سے ہر گروہ (قبیلہ) کی ایک جماعت اپنے گھروں سے کیوں نہیں ں نکلتی تا کہ علم دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو ان کو عذاب آخرت سے ڈرائے (یعنی ان دینی شرعی ذمہ داری سے آگاہ کرے) تا کہ وہ ڈریں اور راہ راست پر آجائیں۔ (۱)

....

۱۔ سورہ توبہ/۱۲۲۔

ساتواں نکتہ

﴿مخلص دوست کا انتخاب﴾

جس طرح دنیا کے مختلف حصوں میں سفر کے دوران وفادار ساتھی سفر کی مشکلات کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اسی طرح معنوی سیر وسلوک کے لئے بھی اچھے ساتھی کی موجودگی ضروری اور مفید ہے۔

جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے اللہ کی طرف سے نبوت پر مامور ہوئے تو بارگاہ الٰہی میں یوں دعا کی:

وَ اجْعَلْ لِّی وَ زِیراً مِّنْ اَهْلِی. هَارُوْنَ اَخِی. اشْدُدْ بِهِ اَزْرِی. وَ اَشْرِکْهُ فِی اَمْرِی. کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیراً وَ نَذْکُرَکَ کَثِیراً.

اور (خدایا) میرے کنبہ والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر اور بوجھ ہٹانے والا بنادے۔ اس کے ذریعے میری پشت مضبوط کردے اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا، تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تیری یاد کریں۔(۱)

امیر المؤمنین علیؑ اپنے فرزند کو یوں نصیحت فرماتے ہیں:

سل عن الرفیق قبل الطریق وعن الجار قبل الدار.

یعنی سفر سے پہلے اپنے ہم سفر کی اخلاقی خصوصیات

....

۱۔ سورہ طہ/۲۹و۳۴۔

کے بارے میں تحقیق کرو۔ نیز گھر خریدنے سے پہلے ہمسائے کو پہچان لو۔(۱)

بہترین دوست وہ ہیں جو خدا کی رحمت اور نعمت سے سرفراز ہوئے ہوں نیز خدا کے لطف و کرم کی بدولت صراط مستقیم کو پا چکے ہوں اور یہ چار قسم کے لوگ ہیں جن کے توصیف اس آیت میں ہوئی ہے۔

وَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِيْقاً.

اور جس شخص نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی تو ایسے لوگ ان بندوں کے ساتھ ہوں گے جنہیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہ لوگ کتنے اچھے رفیق ہیں۔(۲)

یعنی مذکورہ آیات و روایات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ راہ حق میں وفادار دوست کی ضرورت ہوتی ہے، تنہائی صرف حق تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے۔ اے برادر اگر تمھاری رسائی پیغمبر اور صدیقین تک نہیں ہے تو کم از کم شہیدوں اور صالحین کے ساتھی بنو اور ان سے ہرگز جدا نہ ہونا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب/۳۱۔

۲۔ سورہ نساء/۶۹۔

آٹھواں نکتہ

﴿حرام سے پرہیز﴾

جس طرح جسم کی سلامتی اور بدن کی صحت کے لیے بعض کاموں اور اشیاء خورد ونوش سے پرہیز ضروری ہے اسی طرح تربیت وتزکیہ نفس کے لیے بھی بعض کاموں اور غذاؤں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔قطب راوندی امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

عجباً لمن یحتمی عن الطعام مخافة الداء کیف لا یحتمی عن المعاصی خشیة النار.

تعجب ہے اس شخص پر جو بیماری کے خوف سے کھانوں میں احتیاط و پرہیز سے کام لیتا ہے لیکن آتش جہنم کا خوف کھاتے ہوئے گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا۔(۱)

البتہ یہ احتیاط اور پرہیز خواہشات نفس کے برخلاف ہے اور ابتداء میں کچھ مشکل نظر آتا ہے لیکن ریاضت اور جہد مسلسل کے ذریعے کاموں میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے اور راستے ہموار ہوجاتے ہیں ۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے:

غالبوا انفسکم علی ترکِ المعاصی یَسهل علیکم مقاد تها اِلی الطاعاتِ.

ترک گناہ کے معاملے میں اپنے نفس کے ساتھ پنجہ

....

۱۔ جامع احادیث الشیعہ ج۳/ ص ۳۲۷۔

آزمائی کرو تاکہ اسے طاعات و عبادات کی طرف لے جانا تمہارے لیے آسان ہو۔(۱)

خودسازی اور تزکیہ نفس کے سلسلے میں یہ جنگ وستیز بنیادی اہمیت کی حامل ہے اسلام اسے تقویٰ کے نام سے یاد کرتا ہے یہ تمام اسلامی اصولوں اور انسانی اقدار کی بنیاد ہے، اور کوئی عمل یا کوشش اس کے بغیر سودمند نہیں، نہ ہی اللہ کے نزدیک مقبول ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

...اِنَّمَا یَتَقبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ.

اللہ تو بس متقین کے ہی عمل کو قبول فرماتا ہے۔(۲)

گناہان صغیرہ اور گناہان کبیرہ:

اگرچہ ہر گناہ اللہ کے نافرمانی پر مشتمل ہونے کے بناء پر سخت اور سنگین ہے لیکن سارے گناہ ایک جیسے نہیں کیونکہ مختلف گناہوں کی خصوصیات اور ان کے اثرات مختلف ہوتے ہیں۔اس نکتے کو قبول کرنے کی صورت میں یہاں دوسوال ابھرتے ہیں۔

پہلا سوال:

جب گناہوں کا ایک دوسرے سے موازنہ کیا جائے تو

۱۔ جامع احادیث الشیعہ ج۳ ص۳۲۶۔

۲۔ سورہ المائدہ ۲۷۔

ان میں سے بعض گناہ دوسرے گناہوں کے مقابلے میں سنگین ہیں اور بعض خفیف۔ اس صورت میں کیا گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کی تقسیم نسبی (دوسرے گناہ کی بہ نسبت) ہے یا مطلق؟ (یعنی موازنے سے قطع نظر)۔

دوسرا سوال:

اگر ہم فرض کریں کہ مذکورہ تقسیم (تقسیم مطلق) صحیح ہے تو اس صورت میں کسی گناہ کے کبیرہ ہونے یا صغیرہ ہونے کا معیار کیا ہے؟ اوران دونوں میں فرق کی کسوٹی کیا ہے؟

جواب:

پہلے سوال کے جواب میں ہم کہیں گے کہ جیسا کہ ہم قبلاً عرض کر چکے قرآنی آیات واحادیث معصومین علیہم السلام میں گناہوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اس تقسیم کا ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہےاور ہر قسم کی ایک خاص حیثیت معین کی گئی ہے بنابرین کوئی گناہ صغیرہ، گناہ کبیرہ نہیں کہلاسکتااور نہ ہی کوئی گناہ کبیرہ گناہ صغیرہ محسوب ہوسکتا ہے۔

قبح فعلی اور قبح فاعلی:

گناہ کے دونوں اقسام (صغیرہ وکبیرہ) میں شدت و ضعف کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔

۱۔ قبح فعلی (عمل کی قباحت)

۲۔ قبح فاعلی (فاعل کی قباحت)

قبح فعلی کا تعلق کسی عمل کے ذاتی مفاسد اور برائیوں سے ہے اس مرحلے میں گناہ انجام دینے والے کی باطنی خصوصیات یا اس کے حالات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اس کے برعکس قبح فاعلی کا تعلق گناہ انجام دینے والے شخص کی ذہنی اور روحانی حالت سے ہے۔(اس عمل کی ذاتی حیثیت سے قطع نظر) گناہ گار کی ذہنی کیفیت اس کے اندر موجود نافرمانی، سرکشی، قانون شکنی نیز خدا اور بندگان خدا کے حقوق کو اہمیت نہ دینے کے جذبے سے عبارت ہے۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ حالت (قبح فاعلی) بھی تمام گناہگاروں کے اندر یکساں نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص جذبہ شہوت سے مغلوب ہو کر کوئی گناہ کر بیٹھے لیکن ایک اور شخص اسی گناہ کو فساد پھیلانے ،خرابی پیدا کرنے اور بے دینی پھیلانے کے جذبے کے تحت انجام دے۔

یہاں اس بات میں شک کی گنجائش نہیں کہ دوسرے شخص کا گناہ پہلے شخص کے گناہ کے مقابلے میں سنگین تر ہے کیونکہ دوسرے شخص کے دل میں گناہ کی انجام دہی کا مقصد معاشرے میں فساد پھیلانا ہے۔اس قسم کا گناہ اس قدر سخت اور قبیح ہے کہ تکرار اور اصرار کی صورت میں اس کا انجام دینے والا مفسد فی الارض بن کر قتل کی سزا کا مستحق قرار پا سکتا ہے۔اس کے مقابلے میں پہلا شخص اس حد تک سخت قباحت و تنبیہ کا سزاوار نہیں ہے۔

ان عرائض کی رو سے قبح فعلی اور قبح فاعلی دونوں کے مختلف درجات ہیں بعض درجات سنگین ہیں اور بعض ہلکے۔ مختلف درجات کے اندر موجود شدت وضعف کے تناسب سے بعض گناہ دونوں زاویوں سے کبیرہ، اور گاہے دونوں لحاظ سے صغیرہ محسوب ہوتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک گناہ قبح فعلی کی رو سے کبیرہ اور قبح فاعلی کی رو سے صغیرہ ہو یا گاہے اس کے برعکس ہو یعنی قبح فعلی کے لحاظ سے صغیرہ ہو اور قبح فاعلی کے لحاظ سے کبیرہ ہو۔

ان عرائض کی روشنی میں ہم بحث کو سمیٹتے ہوئے دو نتائج اخذ کر سکتے ہیں ایک نتیجہ یہ کہ گناہوں کی مثال ممنوعہ علاقوں کی طرح ہے۔ یعنی گناہ اللہ کے ممنوعہ علاقہ ہیں۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس ممنوعہ خطے میں داخل نہ ہوں انہیں چاہیے کہ وہ اس کے نزدیک جانے سے بھی احتراز کریں۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا.

یہ اللہ کے حدود (ممنوعہ علاقہ) ہیں پس ان کے نزدیک نہ جاؤ۔ (۱)

رسول اللہؐ اور ائمہ اطہارؑ سے بھی اسی مفہوم کے حامل احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ

....

۱۔ سورہ بقرہ/۱۸۷۔

کرتے ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

حلال بین و حرام بین و شبهات بین ذالک فمن ترک الشبهات نجی من المحرمات و من اخذ بالشبهات ارتکب المحرمات و هلک من حیث لا یعلم.

یعنی کاموں کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے کہ جس کا حلال ہونا واضح ہے دوسری وہ کہ جس کی حرمت واضح ہے اور تیسری قسم ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور پر مشتمل ہے پس جو شخص مشتبہ امور کو ترک کرے وہ یقینی طور پر محرمات سے محفوظ رہے گا اور جو شخص مشتبہ و مشکوک کاموں میں پڑ جائے وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا اور اس طرح سے ہلاکت کا شکار ہوگا کہ اسے علم ہی نہ ہو۔(۱)

دوسرا نکتہ گناہوں پر اصرار نہ کرنا ہے یعنی یہ کہ گناہ اگرچہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو لیکن مؤمن کو چاہیے کہ اس سے دوری اختیار کرے، اگر گاہے فطری خواہشات سے مغلوب ہو کر یا گناہ کو معمولی سمجھتے ہوئے کسی گناہ کا مرتکب ہو تو فوری طور پر اللہ کو یاد کرے نیز اشک ندامت اور آب توبہ سے اپنے آپ کو پاک کرے۔

....

اصول کافی جلد ۱ ص ۶۸۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ.

اور وہ لوگ جب (اتفاقاً) کوئی بدکاری کر بیٹھتے ہیں یا اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتے ہیں اور خدا کے سوا گناہوں کا بخشنے والا ہے ہی کون؟ نیز وہ علم وآگاہی کے ساتھ گناہ کا اصرار نہیں کرتے۔(۱)

گناہ پر جمے رہنے کا برا انجام:

گناہوں کا تکرار اور ان پر جمے رہنا انسان کو کفر والحاد کی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآئُوا السُّوأٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِئُوْنَ.

جو لوگ گناہوں پر اڑے رہتے ہیں ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ آیات خداوندی کی تکذیب کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔(۲)

۱۔ سورہ آل عمران/۱۳۵۔

۲۔ سورہ روم/۱۰۔

نواں نکتہ

﴿توبہ واستغفار﴾

نواں نقطہ آغاز توبہ واستغفار ہے۔ جب انسان غفلت ونادانی یا نفسانی خواہشات سے مغلوب ہو کر گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسے فوراً توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے باطن کو پاک کرنا چاہیے۔ توبہ کرنے میں سستی اور لیت ولعل سے کام لینا بجائے خود ایک مزید گناہ اور سرکشی ہے۔ قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کی قبولیت درج ذیل دو باتوں کے ساتھ مشروط ہے:

۱۔ یہ کہ گناہ کا ارتکاب جہل ونادانی کی بناء پر ہوا ہو نہ کہ جذبہ سرکشی، نافرمانی اور کفر کی بناء پر۔

۲۔ یہ کہ ارتکاب گناہ کے بعد انسان فوری طور پر نادم ہو جائے اور جلد سے جلد توبہ کرے۔

اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّمَا التَّوبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَھَالَۃٍ ثُمَّ یَتُوبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰئِکَ یَتُوبُ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْماً حَکِیْماً. وَلَیْسَتِ التَّوبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّی تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَاباً اَلِیْماً.

صرف انہی لوگوں کی توبہ اللہ کے ہاں مقبول ہے جو نادانی کی بناء پر برا کام کر بیٹھیں اور پھر جلدی سے توبہ کر لیں،

پس اللہ ان لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خدا تو بڑا ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور توبہ ان لوگوں کے لئے مفید نہیں ہے جو (عمر بھر) برے کام کرتے رہتے ہیں پھر جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آ کھڑی ہو تو وہ کہتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں، اسی طرح ان لوگوں کے لئے بھی (توبہ مفید) نہیں جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے واسطے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔(۱)

☆☆☆

....

۱۔ سورہ نساء/۱۷ و ۱۸۔

دسواں نکتہ

﴿واجبات اور فرائض کی ادائیگی﴾

عملی اخلاق کے اہم ترین ابتدائی مراحل میں سے ایک فرائض اورواجبات خاص کرنماز،روزہ،زکات،حج، جہاد،امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بجا آوری ہے۔مؤمن سالک کو چاہئے کہ نماز کے وقت کی پابندی کرے،ساری نمازیں وقت فضیلت میں ادا کرے،اور ہمیشہ وقت نماز سے پہلے ہی نماز کی تیاری کرے تا کہ نماز کا وقت ہوتے ہی اسے انجام دے۔

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے:

اول الوقت رضوان الله و آخره عفو الله والعفو لا يكون الا من ذنب.

ابتدائے وقت میں نماز کی ادائیگی خدا کی خوشنودی کا سبب بنتی ہے اور آخری وقت (میں نماز کی بجا آوری) خدا کی طرف سے عفو وبخشش کی موجب ہے،واضح ہے کہ عفو وبخشش گناہ کے بعد ہی معقول ہے۔(۱)

رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

اعمل بفرائض الله تكن اتقى الناس.

اللہ کی طرف سے واجب شدہ فرائض پر عمل کروتا کہ تم سب سے زیادہ پرہیز گار انسان بن سکو۔(۲)

....

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج/۱ ص۱۴۰۔ ۲۔اصول کافی ۲ /۸۱۔

امانت داری اور سچائی:

امانت داری ،عہد کی پابندی اور سچائی اہم ترین واجبات میں سے ہیں۔ان صفات کی موجودگی ایمان کی علامت ہے اور ان کا فقدان نفاق کی علامت اس بات کی اہمیت واضح کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ خداوند متعال قرآن مجید میں اپنے انبیاء کی تعریف رسول امین (امانت دار رسول)،ناصح امین (امانت دار ناصح)اور صادق الوعد جیسے الفاظ کے ساتھ فرماتا ہے۔

چنانچہ حضرت نوحؑ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوهُمْ نُوحٌ اَلَا تَتَّقُونَ. اِنِّی لَكُمْ رَسُولٌ اَمِينٌ.

جب ان کے بھائی نوح نے ان سے کہا کیا تم تقوی اختیار نہیں کرتے میں تمہارے لئے خدا کا ایک امانت دار نمائندہ ہوں؟(۱)

ایک اور مقام پر حضرت ہودؑ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب لوگوں نے ان کی طرف بے عقلی اور سفاہت کی نسبت دی تو انہوں نے کہا:

قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِی سَفَاهَةٌ وَلٰكِنِّی رَسُولٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ. اُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّی وَاَنَا لَكُمْ

۱۔ سورہ شعراء/۱۰۶ و ۱۰۷۔

نَاصِح اَمِینٌ.

اے میری قوم! میں ہرگز بے خرد نہیں ہوں البتہ میں رب العالمین کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ میں اپنے رب کے پیغانات تم تک پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے ایک امانتدار ناصح ہوں۔(۱)

امانت احادیث کی روشنی میں:

بہت ساری احادیث میں بھی اس مسئلے کی اہمیت واضح طور پر بیان کی گئی ہے یہاں تک کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے:

لیس منا من خان بالامانة.

جو شخص امانت میں خیانت کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔(۲)

امام صادقؑ کا ارشاد ہے:

لا تنظروا الی طول رکوع الرجل وسجوده فان ذالک شیء اعتاده فلو ترکه استوحش لذلک ولکن انظروا الی صدق حدیثه واداء امانته.

لوگوں کے طولانی رکوع وسجود کو نہ دیکھو کیونکہ ممکن ہے

....

۱۔ سورہ اعراف/۶۷و۶۸۔

۲۔ مشکوۃ الانوار/۵۲۔

کہ یہ عمل ان کی عادت بن چکی ہو (عادت سے مجبور ہو کر ایسا کرتے ہوں) اور اس عادت کے ترک کرنے سے ان کو وحشت ہوتی ہو بلکہ تم ان کی راستگوئی اور امانتداری کو دیکھو۔(۱)

ایک اور حدیث میں آپؑ فرماتے ہیں:

فان علیا بلغ ما بلغ به عند رسول الله بصدق الحدیث واداء الامانة.

بہ تحقیق علیؑ کو رسول اللہؐ کے ہاں اس قدر مقام و مرتبہ راستگوئی اور امانتداری کے باعث حاصل ہوا۔(۲)

رسول اللہ کی حدیث ہے:

آیة النفاق ثلاث اذاحدث کذب واذا وعد اخلف واذا ائتمن خان.

یعنی منافقت کی تین علامتیں ہیں دروغگوئی، عہد شکنی اور امانت میں خیانت۔(۳)

☆☆☆

۱۔ نور الثقلین ج/۱ ص۴۹۶۔

۲۔ اصول کافی ج/۲ ص۱۰۵۔

۳۔ سنن نسائی ج/۴ ص۱۱۷۔

گیارہواں نکتہ

﴿نوافل اور مستحبات کی انجام دہی﴾

(اور مکروہات سے اجتناب)

عملی اخلاق کے ابتدائی مراحل میں سے ایک مرحلہ مستحبات ونوافل کی باقاعدہ بجا آوری ہے۔ مستحبات ونوافل کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ بعض فقہاء نے تمام مستحبات کے ترک کرنے کو اس بناء پر حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ امر تعلیمات شریعت مقدسہ سے بے اعتنائی کی علامت ہے۔

چند مفید نکتے:

پہلا نکتہ:۔ نوافل اور مستحبات کی باقاعدہ اور مسلسل بجا آوری پر تین اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں:

ا۔ یہ امر گناہوں کو محو کرتا ہے چنانچہ خداوند متعال فرماتا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفاً مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ....

اور (اے رسولؐ) آپ نماز قائم کریں دن کے ابتدائی اور آخری حصوں میں نیز رات کے کچھ حصوں میں کیونکہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔(۱)

حدیث ہے کہ رات کے وقت مؤمن کی نماز اس کے دن کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے یہ بھی مروی ہے کہ نماز وتر گناہوں کا خاتمہ کرتی ہے۔ (وتر ایک رکعت ہے اور اس کے

....

ا۔ سورہ ہود/۱۱۴۔

خاص آداب ہیں۔ یہ نماز تہجد کے بعد پڑھی جاتی ہے رات کے نوافل گیارہ رکعات ہیں جن میں سے آٹھ رکعات نماز تہجد، دو رکعتیں نماز شفع اور ایک رکعت نماز وتر کی نیت سے پڑھی جاتی ہے ان نوافل کے اثرات اور ثواب بہت زیادہ ہیں۔)

۲۔ نوافل کے باعث ان نقائص اور کوتاہیوں کی تلافی ہوجاتی ہے جو غفلت یا غلطی کی وجہ سے فرائض اور واجبات میں رہ جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر نوافل یومیہ خاص کر نوافل شب، نماز پنج گانہ میں رہ جانے والی کمی کو دور کرتے ہیں، مستحب روزے ماہ رمضان کے روزوں میں رہ جانے والے نقائص کا ازالہ کرتے ہیں اور مستحب صدقات خمس جیسی واجب ادائیگی میں کمی کو دور کرتے ہیں۔ اس بات کا احتمال بھی ہے کہ ہر قسم کے مستحب اعمال ہر قسم کے فرائض اور واجبات میں رہ جانے والی کمی کا ازالہ کرتے ہیں۔

۳۔ یہ امر خداوند متعال کا قرب حاصل کرنے کا باعث بنتا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنَ الَّيلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوداً.

اور رات کے ایک حصہ میں نماز شب کیلئے بیدار ہو جاؤ تا کہ اس طرح آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود تک

پہنچادے۔(۱)

ایک حدیث میں مذکور ہے:

صلاۃ النوافل قربان کل مؤمن.

نفل نمازیں ہر مؤمن کیلئے اللہ سے نزدیک ہونے کا وسیلہ ہیں۔(۲)

رسول اللہؐ کا فرمان ہے:

اشراف امتی حملۃ القرآن و اصحاب اللیل.

یعنی میری امت کی بزرگ ہستیاں دو قسم کے لوگ ہیں قرآن کے حاملین (حافظ) اور رات کو عبادت کرنے والے۔(۳)

دوسرا نکتہ:۔ نوافل اور مسنون اعمال اس صورت میں فائدہ مند ہیں جب ان پر ہمیشہ تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ عمل کیا جائے چنانچہ حدیث میں مذکور ہے:

نیک کام کو باقاعدہ اور ہمیشہ انجام دینا اچھے نتائج کا حامل ہے جن میں سے بعض برے کاموں سے گلوخلاصی، گناہ اور خطاؤں سے اجتناب، حصول یقین، نجات اور اطاعت کا

....

۱۔ سورہ اسراء/۷۹۔

۲۔ جامع احادیث الشیعہ ج/۷ ص۹۹۔

۳۔ جامع احادیث الشیعہ ج/۷ ص۱۰۰۔

شوق...وغیرہ ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں ایک عقلمند انسان نیک کاموں کی مسلسل انجام دہی کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔(۱)

تیسرا نکتہ:۔ نوافل اور مستحبات کی پابندی سے مراد یہ نہیں کہ انسان تمام مستحبات ومسنونات کو بجالائے کیونکہ ایسا کرنا نہ ہی ممکن ہے اور نہ جائز بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان انفرادی واجتماعی حالات وامکانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض مناسب اعمال انتخاب کرے اور انجام دہی پر کاربند رہے۔

چوتھا نکتہ:۔ شریعت اسلامیہ نے بعض عبادات، مستحب اعمال، خدمات، صدقات اور نیک کاموں کو خصوصی اہمیت دی ہے۔اولیائے الٰہی اور ائمہ معصومینؑ نے اس قسم کے اعمال پر پابندی سے کاربند رہنے کی تاکید کی ہے۔ان اعمال میں سے چند ایک یہ ہیں :قرآن کی تلاوت،تہجد،شب بیداری،رات کے وقت خدا کے ساتھ راز ونیاز،واجب نمازوں کی اول وقت میں ادائیگی،چوبیس گھنٹوں میں اکیاون رکعت نمازوں (جن میں سے سترہ رکعات واجب اور باقی مستحب ہیں)خاص کر نماز تہجد اور صبح وعشاء (وتیرہ) کی دو رکعت مستحب نمازوں کی بجا آوری،باوضو رہنا...۔

....

۱۔ تحف العقول ج۲/ ص۸۲و۸۳۔

بارہواں نکتہ

﴿ مرابطہ ﴾

مرابطہ کالغوی معنی ایک دوسرے سے رابطے رکھنا ہے لیکن اہل عرفان وسلوک کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے اپنے آپ سے رابطے رکھنا، اپنے اوپر نظر رکھنا یا ایک جملے میں ہمیشہ اپنی حالت پر فکرمند رہنا۔ یاد رہے کہ مرابطہ کا چار درج ذیل مراحل ہیں:

ا۔مشارطہ جسے معاہدہ بھی کہہ سکتے ہیں ۲۔مراقبہ ۳۔محاسبہ ۴۔معاتبہ اپنے اوپر تنقید۔

مشارطہ:

مشارطہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ سے عہد و پیمان باندھے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرے گا،شریعت مطہرہ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرے گا، نیک کاموں کی انجام دہی کی کوشش کرے گا اور ناپسندیدہ کاموں سے اجتناب کرے گا۔ یہ عہد و پیمان اس صورت میں مؤثر ہے جب ہر روز اس کا اعادہ کیا جائے یہاں تک کہ یہ انسان کی روح میں رچ بس جائے۔ مشارطہ کیلئے سب سے بہترین وقت نماز صبح کے بعد کی گھڑی ہے۔

مراقبہ:

مرابطے کا دوسرا مرحلہ مراقبہ ہے یعنی جب انسان اپنے ضمیر کے ساتھ عہد و پیمان باندھ لے تو اس کے بعد اسے

چاہیئے کہ وہ تمام حالات میں اپنے اوپر کڑی نظر رکھے تا کہ وہ غفلت اور کوتاہی کے باعث کہیں اپنے عہد کو نہ توڑ بیٹھے۔ واضح ہے کہ مؤمن کی ایک اہم صفت عہد و پیمان کی پابندی ہے۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ.

یعنی مؤمنین اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کے پابند ہوتے ہیں۔(۱)

مراقبہ یہ ہے ہم ہرگز اللہ کو فراموش نہ کریں اور ان اعمال واذکار کو پابندی کے ساتھ بجالائیں جو ہمیں خدا کی یاد دلائیں نیز ہر کام کو خدائی رنگ میں ڈھالیں اور اس کے نام سے شروع کریں۔

خلاصہ یہ کہ خدا کی یاد سے ایک لمحے کیلئے بھی غافل نہ ہوں کیونکہ جو شخص خدا کو فراموش کرے اللہ بھی اس کو بھول جائے گا اور جو شخص اللہ کو فراموش کرے آخر کار وہ اپنے وجود سے بھی بیگانہ ہو جائے گا اور اپنی عظیم انسانی شخصیت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

چنانچہ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ

....

۱ سورہ مومنون/۸۔

ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا پس اللہ نے ان کو خود فراموشی میں مبتلا کر دیا۔(۱)

یوں وہ بندگی اور انسانیت کے مرتبے سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

نفس کا محاسبہ:

اخلاقی اور عرفانی اصولوں میں سے ایک محاسبہ کا اصول ہے۔سالکان راہ خدا اور طالبان دار بقا جس طرح بوقت سحر اپنے ساتھ عہد و پیمان باندھتے ہیں اسی طرح وہ اپنے روز مرہ کے اعمال کا محاسبہ کرنے کیلئے بھی ایک گھڑی معین کرتے ہیں۔

محاسبہ کی کیفیت:

محاسبہ کے سلسلے میں درج ذیل امور کی رعایت ضروری ہے۔

الف:۔ یہ جاننا چاہیئے کہ نفس امارہ اور خود غرضی جیسی جبلی خصلت انسان کو فریب دیتی ہے جس کے نتیجے میں برائیاں اس کی نظر میں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اچھی چیزیں بری معلوم ہوتی ہیں۔بنابرین اپنا محاسبہ کرتے وقت انسان کو چاہیئے کہ وہ مکمل طور پر غیر جانبدار بن کر اور حب ذات کو بالائے طاق رکھ کر سوچے نیز ذرہ برابر چشم پوشی اور اغماض کے

۱۔ سورہ حشر/۱۹۔

بغیر اپنے اعمال کی چھان بین کرے۔

رسول اللہؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

لایکون العبد مومنا حتی یحاسب نفسه اشدّمن محاسبة الشریک شریکه و السیّدعبده.

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنا محاسبہ اس محاسبے سے بھی زیادہ شدید انداز میں نہ کرے جو شریک اپنے شریک سے اور مالک اپنے غلام سے کرتا ہے۔(۱)

ب:۔ محاسبہ کرتے وقت پہلے واجبات اور محرمات کی جانچ پڑتال کرنی چاہیئے تاکہ یہ معلوم ہو کہ آیا خدا کے اوامر ونواہی کی مکمل طور پر رعایت ہوئی ہے یا نہیں۔اس کے بعد مستحب اور دیگر نیک کاموں کی چھان بین کی جائے۔

ج:۔ مواخذے کا عمل ختم ہو جانے کے بعد اگر نتیجہ مثبت ہو تو خدا کا شکر ادا کریں اور اس سے مزید توفیق طلب کریں۔لیکن اگر نتیجہ منفی ہو تو اللہ سے مغفرت طلب کرنی چاہیئے اور گذشتہ اعمال کی تلافی کے لئے کمر بستہ ہونا چاہیئے تاکہ نیک اعمال اور اچھائیوں کے ذریعے غلطیوں اور نواقص کا جبران کیا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

۱ محاسبۃ النفس ص۱۴۔

اِنَّ الحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ....

نیک اعمال برائیوں کا خاتمہ کردیتے ہیں(۱)

امام ہفتم حضرت امام موسی بن جعفرؑ کا ارشاد ہے:

یا هشام : لیس منّا من لم یحاسب نفسه فی کلّ یومٍ فان عمل حسناً استزاد منه وان عمل سیئا استغفر الله منه و تاب الیه.

اے ہشام اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جو ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے۔تاکہ اگر اس نے کوئی اچھا عمل انجام دیا ہو تو اس میں اضافے کی کوشش کرے اور اگر کوئی برا عمل انجام دیا ہو تو اللہ سے مغفرت طلب کرے اور اس کے حضور توبہ کرے۔(۲)

معاتبہ(یا اپنے اوپر تنقید):

جب انسان اپنا محاسبہ کرنے، اپنے روزمرہ کے اعمال پر نظر ثانی کرنے، اپنے ضمیر کی عدالت میں اپنے خلاف مقدمہ پیش کرنے سے فارغ ہو اور اپنے آپ کو خطا کار ٹھہرائے تو اس کے بعد معاتبہ یعنی اپنے اوپر تنقید کا مرحلہ آتا ہے۔اس مرحلے میں انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر اپنی سرزنش کرے تاکہ اس طرح نقائص کی تلافی

۱۔ سورہ ھود/۱۱۴۔

۲۔ تحف العقول ص۲۹۲۔

کیلئے آمادہ ہو جائے۔

محاسبہ کیلئے ضروری ہے کہ انسان اپنے عیوب پر نظر رکھے اور دوسروں کے عیوب بیان کر کے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے۔

مولا علیؑ نے فرمایا:

من حاسب نفسه وقف علی عیوبه و احاط بذنوبه و استقال الذّنوب و اصلح العیوب.

جو شخص اپنا محاسبہ کرے وہ اپنے عیوب سے آگاہ اور اپنے گناہوں سے باخبر ہوتا ہے ایسا شخص گناہوں سے جان چھڑانے اور عیوب کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔(۱)

نیز فرمایا:

طوبیٰ لمن شغله عیبه عن عیوب الناس

خوش نصیب ہے وہ شخص جس کے عیوب اسے دوسروں کے عیوب سے روکے رکھیں۔(۲)

یعنی وہ اپنے عیوب کی فکر میں اس طرح سے کھو جائے کہ اس کو دوسروں کے عیوب کی طرف توجہ دینے کی فرصت نہ ہو۔

☆☆☆

....

۱۔ شرح غرر الحکم مطبوعہ دانشگاہ ج/۵ ص ۳۳۹ حدیث/۸۹۲۷۔

۲۔ شرح غرر الحکم مطبوعہ دانشگاہ ج ۵ ص ۴۴۶ حدیث نمبر ۹۱۔

تیرھواں نکتہ

نیت واخلاص کی بحث

اور

شرک وریا اور منافقت سے پرہیز

نیت یا روح عمل:

چونکہ اخلاق اسلامی کی بنیاد تزکیہ نفس اور معنوی بنیادوں کی تقویت نیز روحانی خوبیوں اور بلند انسانی اقدار پر رکھی گئی ہے لہذا تمام قلبی اور جسمانی اعمال خاص کر عبادت کی جڑ نیت ہے، نیت اس قدر مؤثر ہے کہ اگر کوئی جائز عمل جو عبادت نہ ہو لیکن اسے خدائی قصد کے ساتھ اور قرب خداوندی کے حصول کے خاطر انجام دیا جائے تو وہ عبادت اور اجر وثواب کا موجب بنتا ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:۔

انّما الا عمال با لنیّات و انّما لکل امر ء مّانوی فمن کانت هجرته الی الله و رسوله فهجرته الی الله و رسوله و من کانت هجرته لدنیا یصیبها او امراة یتزوّ جها فهجرته الیٰ ماهاجر الیه.

اعمال کا دارومدار بس نیت پر ہے اور ہر شخص کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہو۔ پس جو شخص اللہ اور رسولؐ کی خاطر ہجرت کرے اس کی ہجرت اللہ اور رسولؐ کی طرف ہوگی اور جس شخص کی ہجرت حصول دنیا کی خاطر ہو یا کسی عورت سے شادی کی خاطر تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہوگی۔(۱)

....

۱۔ سنن ترمذی ج ۴؍ ص ۱۷۹ کتاب فضائل الجہاد باب ۱۶۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

انّ اللّٰہ یحشر الناس علیٰ نیّاتھم یوم القیامۃ.

یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق محشور فرمائے گا۔(۱)

ثواب وعقاب میں نیت کی تاثیر:

نیت اس حد تک موثر ہے کہ انسان کسی گروہ کی محض طرفداری کی بناء پر ان کے ثواب وعقاب میں شریک قرار پائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین حضرت علیؑ کو جنگ جمل میں کامیاب فرمایا تو آپؑ کے ساتھیوں میں سے کسی نے آپ سے عرض کیا کہ کس قدر بہتر ہوتا اگر میرا بھائی ہمارے ساتھ ہوتا وہ دشمن پر آپ کی فتح کا مشاہدہ کرتا اور اس جہاد کی فضیلت میں شریک ہوتا۔ یہ سن کر امامؑ نے فرمایا:

اھویٰ اخیک معنا؟ فقال نعم قال فقد شھدنا و لقد شھدنا فی عسکرنا ھذا اقوام فی اصلاب الرّجال و ارحام النّساء سیر عف بھم الزّمان و یقوی بھم الایمان.

امامؑ نے فرمایا: کیا تمہارا بھائی ہمارا طرفدار ہے؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: پس وہ ہمارے ساتھ شریک تھا۔ بلکہ

۱۔ وسائل الشیعہ ج ۱/ص ۳۴۔

ہمارے اس لشکر میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو مردوں کے صلب میں اور عورتوں کے شکم میں موجود ہیں (اور ہمارے طرفدار ہیں) زمانے کی گردش عنقریب انہیں ظاہر کرے گی اوران سے ایمان کوتقویت ملے گی۔(۱)

اعتقادی،ثقافتی ،سماجی اور قومی تعلقات میں نیت کا کردار:

نیت جس طرح انسان کی انفرادی شخصیت کی عکاسی کرتی ہے اسی طرح اعتقادی ،سماجی اور قومی روابط کی بھی عکاسی کرتی ہے۔اسلامی تعلیمات میں بھی اس بات کی طرف کئی اشارے ملتے ہیں جن کو ہم مجموعی طور پر تین جملوں میں بطور خلاصہ بیان کر سکتے ہیں۔

۱۔ جو شخص کسی کے کام سے راضی ہو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے یہ کام کیا ہو۔

۲۔ جو شخص کسی گروہ کے عمل سے راضی ہو اس کا شمار بھی اسی گروہ میں ہوگا۔

۳۔ جو شخص کسی جماعت کا طرفدار ہو وہ ان کے ثواب اور عقاب میں بھی شریک ہوگا۔

امام علیؑ سے اس بارے میں ایک جامع اور قابل غور جملہ

....

۱۔ نہج البلاغہ فیض الاسلام خطبہ ۱۲۔

منقول ہے جو مذکورہ تین باتوں کو شامل کرتا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

انّما یجمع النّاس الرّضا و السخط.....

یعنی اگر چہ لوگ مختلف کاموں میں مشغول ہیں اور زندگی کے آداب و رسوم کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن ایک چیز ہے جو ان کو ایک ہی لڑی میں پروتی ہے اور انہیں ایک ملت، جماعت یا گروہ کی شکل دیتی ہے وہ ہے ان کی خوشنودی اور عدم خوشنودی۔ یعنی عقیدے، مقاصد اور اہداف میں ان کی ہماہنگی۔ یہ اصول ایک اجتماعی خصوصیت کی عکاسی کرتا ہے جو عقیدہ و نظریات اور عمل کے لحاظ سے لوگوں کو ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے۔ اور لوگوں میں اجتماعی، ثقافتی اور قومی وحدت پیدا کرتا ہے۔(۱)

اخلاص کیا ہے؟

اخلاص سے مراد ہے نیت کو شرک و ریا سے پاک کرنا ہے چونکہ اخلاص کا تعلق دل اور ضمیر سے ہوتا ہے بنا برین اسے ظاہری حسن اور کثرت عمل کی کسوٹی پر نہیں پرکھنا چاہیئے۔ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا ہے:

لیست الصلاۃ قیامک و قعودک . انما الصّلاۃ اخلاصک و ان تریدبھا اللہ وحدہ .

۔ نہج البلاغہ فیض الاسلام خطبہ ۱۹۲۔

نماز قیام وقعود سے عبارت نہیں بلکہ نماز بس اخلاص اور اس کے ذریعے خدا کی رضا ڈھونڈنے کا نام ہے یعنی نماز کی روح در حقیقت نمازی کا اخلاص ہے اور اخلاص یہ ہے کہ فقط خدا کی رضا کی خاطر نماز پڑھی جائے۔(۱)

ایک اور حدیث میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا:

والعمل الخالص الّذی لا ترید ان یحمدک علیه احد الاّ الله عزّوجلّ.

عمل خالص وہ ہے جس کے بارے میں تو اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے تعریف و ستائش کی توقع نہ رکھے۔(۲)

اخلاص کے درجات:

قرآن مجید اس بارے میں فرماتا ہے:

وَمَا اُمِرُوا اِلاَّ لِیَعْبُدُ وللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ....

ان کو بس یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں خالص دین کے ساتھ۔(۳)

....

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید/۱ ص ۳۲۵۔

۲۔ اصول کافی ج/۲ ص ۱۶۔

۳۔ سورہ بینہ/۵۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَداً.

جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ عمل صالح بجالائے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔(۱)

اللہ کے مخلص بندے:

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی توصیف وتعریف اخلاص کی صفت کے ساتھ فرماتا ہے۔

حضرت موسیٰ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ اِنَّهُ كَانَ مُخْلَصاً وَّكَانَ رَسُولاً نَّبِيّاً .

اور کتاب قرآن میں موسیٰ کا ذکر یاد کرو کیونکہ وہ میرے مخلص بندے اور رسول و نبی تھے۔(۲)

اخلاص کی علامات:

یہاں ہم پہلے اس سلسلے میں مروی احادیث کا ذکر کریں گے اور بعد میں ان احادیث سے نتیجہ لیں گے۔

۱۔ سورہ کہف/۱۱۰۔

۲۔ سورہ مریم/۵۱۔

۱۔ رسول اللہؐ نے فرمایا:

فامّا علامة المخلص فاربعة يسلم قلبه و تسلم جوارحه و بذل خيره و كفّ شرّه.

مخلص انسان کے چار علامات ہیں: اس کا دل پاک ہوتا ہے، اس کے اعضاء و جوارح بے داغ ہوتے ہیں، وہ اپنی نیکیاں (دوسروں پر) عام کرتا ہے اور اپنے شر سے (دوسروں کو) محفوظ رکھتا ہے۔ (۱)

۲۔ امیر المؤمنین حضرت امام علیؑ نے فرمایا:

تمام الاخلاص تجنّب المعاصي.

کامل اخلاص گناہوں سے اجتناب ہے۔ (۲)

۳۔ حضرت امام صادقؑ سے مروی ہے:

مابلغ عبد حقيقة الا خلاص حتىٰ لا يحبُّ ان يحمد علىٰ شيء من عمل لله .

کوئی بندہ اس وقت تک اخلاص کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک وہ اس بات کو غیر پسندیدہ نہ سمجھے کہ لوگ اس کے کاموں کی تعریف کریں جن کو اس نے خدا کے لئے انجام دیا ہو۔ (۳)

....

۱۔ تحف العقول ص۱۶۔

۲۔ بحار الانوار ج ۷۴/۷۷ ص ۲۱۳۔

۳۔ عدة الداعی ص ۲۲۸۔

اخلاص کے اسباب وعوامل:

۱. سبب الا خلاص اليقين.

اخلاص کا سرچشمہ یقین ہے۔(۱)

۲. علیٰ قد رقوّة الدّين يكون خلوص النيّة

جتنا ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی اخلاص ہوگا۔(۲)

۳. ثمرة العلم اخلاص العمل .

اخلاص علم ومعرفت کا پھل ہے۔(۳)

۴. اوّل الاخلاص الياس ممّا ايدى النّاس.

اخلاص کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ (اللہ کے سوا) دوسروں کے پاس موجود اشیاء سے نظر ہٹالی جائیں۔(۴)

۵. قلّل الامال تخلص لک الاعمال .

اپنی خواہشات اور آرزوؤں کو کم کرتا کہ تمھارے اعمال خالص ہوں۔(۵)

۶. الا خلاص ثمره العباد ة.

اخلاص عبادت کا پھل ہے۔(۶)

۱۔ فہرست موضوعی غرر الحکم/۴۳۳۔

۲۔ فہرست موضوعی غرر/۹۳۔

۳۔ فہرست موضوعی غرر/۹۲۔

۴۔ فہرست موضوعی غرر/۴۲۰۔

۵۔ فہرست موضوعی غرر/۴۲۰۔

۶۔ فہرست موضوعی غرر/۹۱۔

اخلاص کے آثار وفوائد:

ا۔ دل کی بصیرت اور نورانیت (حکمت ومعرفت)

رسول گرامی اسلام کا ارشاد ہے:

ما اخلص عبدلله عزّوجلّ اربعین صباحاً الّاجرت ینابیع الحکمة من قلبه علیٰ لسانه.

جو شخص چالیس دن تک اللہ کے ساتھ اخلاص کا ثبوت دیتا رہے، حکمت ومعرفت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر اس کی زبان پر جاری ہو جائیں گے۔(ا)

اللہ کی مدد سے ناکامی سے نجات:

قال الله عزّوجلّ: لا اطّلع علیٰ قلب عبدٍ فاعلم منه حُبّ الاخلاص لطاعتی و لوجهی و ابتغاء مرضاتی الّا توّلیت تقویمه و سیاسته.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی بندے کے دل میں اپنی اطاعت اور اپنی رضا طلب کے بارے میں جذبہ اخلاص پاتا ہوں تو میں اس کے کاموں کی ذمہ داری لے لیتا ہوں اور اس کے کاموں کو دوسروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑتا۔(۲)

ا۔ بحارالانوار ج/۶۷ ص۲۴۲۔

۲۔ بحارلانوار ج/۸۲ ص۱۳۶۔

۳۔خوش بختی وکامیابی:

ارشاد ہوتا ہے:

اخلصوا اعمالکم تسعدوا.

اپنے اعمال کو خالص کرو تا کہ سعادت وخوشبختی حاصل کرو۔(۱)

نیز فرمایا: **الا خلاص اعلیٰ فوز.**

اخلاص سب سے بڑی کامیابی ہے۔(۲)

۴۔ اعمال کے درجات کا بلند ہونا اوران کی قبولیت:

رسول اللہؐ کا ارشاد ہے:

ایّھا النّاسُ: اخلصوا اعمالکم لله تعالیٰ فانّ الله لا یقبل الّا ما خلص له.

اے لوگو: اپنے اعمال کو اللہ کی خاطر خالص کرو، کیونکہ اللہ صرف ان اعمال کو قبول فرماتا ہے جو اس کی خاطر ہوں۔(۳)

۵۔ عبادت کی معراج:

حضرت جوادالائمہؑ نے فرمایا:

افضل العبادة الاخلاص.

سب سے افضل عبادت اخلاص ہے۔(۴)

....

۱۔ فہرست موضوعی غرر ص۹۳۔ ۲۔ فہرست موضوعی غرر ص۹۱۔

۳۔تفسیر قرطبی ج/۵ ص۱۸۰۔ ۴۔ بحارالانوار ج۶۷ ص۲۱۹۔

چودھواں نکتہ

﴿ریاضت﴾

اور

﴿نفس کے ساتھ جہاد﴾

نفس کی مخالفت اور ریاضت بھی اخلاق کے ابتدائی مراحل میں سے ایک ہے۔ ریاضت سے مراد ہندوں اور اہل کلیسا والی رہبانیت اور ترک دنیا نہیں ، نہ ہی صوفیوں اور اہل خالقاہ والی عزلت نشینی و گوشہ نشینی ہے بلکہ ریاضت سے مراد مسلسل مشق اور اپنے آپ کو واجبات کی ادائیگی، محرمات سے اجتناب اور دیگر اچھی باتوں یعنی اعمال صالحہ کا عادی بنانا ہے۔

انسان کا نفس فطری طور پر آرام و آسائش اور آزادی کا طالب ہوتا ہے۔ وہ شہوانی خواہشات کے زیر اثر شروع شروع میں فرائض کی ادائیگی سے بے اعتنائی برتتا ہے اور اس کے برعکس وہ گناہ کے ارتکاب اور قواعد وضوابط کے حدود کو پامال کرنے پر زیادہ مائل ہوتا ہے۔ بنابرین نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرنے اور ان پر قابو پانے کیلئے زبردست جدو جہد کی ضرورت ہے تاکہ حیوانی جذبات اسکے تابع ہو جائیں۔

ریاضت کے تین مقاصد ہیں۔

پہلا مقصد رکاوٹوں کو دور کر کے حق تک رسائی حاصل کرنا ہے۔

دوسرا مقصد عقل عملی کے سامنے نفس حیوانی کو جکھانا۔

تیسرا مقصد نفس انسانی کو اللہ کی عنایات، اس کی رہنمائیوں اور غیبی عنایات سے بہرہ مند ہونے کے قابل بنانا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُ وافِينَا لَنَهْدِ يَنَّهُمْ سُبُلَنَا...

جو لوگ ہماری خاطر مجاہدت کریں ہم ضرور بہ ضرور ان کو اپنی راہوں کی طرف راہنمائی کریں گے۔(۱)

اندرونی دشمنوں کا مقابلہ:

انسان کا سب سے خطرناک دشمن نفس ہے۔اس دشمن کا مقابلہ کرنا یقیناً نہایت سخت کام ہے۔ اس کام کیلئے مجاہدت اور ریاضت کی ضرورت ہے۔اسی لئے احادیث میں نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرنے پر کافی زور دیا گیا ہے۔ان احادیث میں سے چند کا تذکرہ ہم یہاں کریں گے۔

امیر المؤمنین حضرت امام علیؑ فرماتے:

لا عدو اعدی علی المرء من نفسه.

انسان کیلئے اس کے نفس سے زیادہ کوئی خطرناک دشمن نہیں۔(۲)

ایک اور مقام پر حضرت امام علیؑ کا فرمان ہے:

نفسک اقرب اعدائک الیک.

تمہارا سب سے قریبی دشمن تمہارا نفس ہے۔(۳)

۱۔ سورہ عنکبوت/۶۹۔

۲۔ فہرست موضوعی غرر ص۳۹۳۔

۳۔ فہرست موضوعی غرر ص۳۹۲۔

بقول شاعر:

دشمن تونفس کافرکیش توست

واں ہوای طبع بد اندیش توست

دشمن تو خود توئی اے تیرہ دو

دیگران رابے سبب دشمن مگو

یعنی تمہارا دشمن تمہارا کافر صفت نفس اور تمہاری ناعاقبت اندیش نفسانی خواہشات ہیں۔تم خود اپنی ذات کے دشمن ہو۔دوسروں کو بے جا اپنا دشمن مت کہو۔

نیز آپ کا ارشاد ہے:

نفسک عدوٌ محارب و ضدّ مواثب ان غفلت عنهاقتلتک.

تمہارا نفس ایک ستیزہ کار دشمن اور ایک خونخوار مخالف ہے۔ اگر تم اس سے غافل ہو جاؤ گے تو وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔(۱)

ریاضت اور ہدایت:

جو لوگ اللہ کی اطاعت و بندگی کو اپنا شیوہ قرار دیتے ہیں اور اس راہ میں جدوجہد کرتے ہیں وہ شیطان کی غلامی اور بندگی سے آزاد ہونے کے علاوہ اللہ کی خصوصی عنایات سے بہرہ مند ہونگے انہیں رحمت کے فرشتوں کی امداد و راہنمائی حاصل ہو جائے گی۔

....

۱۔ فہرست موضوعی غرر ص۳۹۲۔

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.

یعنی جو لوگ ہماری راہ میں جدو جہد کرتے اور مشکلات کو برداشت کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنی راہوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اہمیت ریاضت اور اصلاح نفس:

ریاضت اور نفس کی اصلاح اس قدر اہم ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ اپنی عظمت اور بزرگی کے باوجود فرماتے ہیں:

انّما ھی نفسی اروضھا بالتّقویٰ لتاتی آمنة یوم الخوف الاکبر و تثبت علیٰ جوانب المزلق لاروضنّ نفسی ریضة تھش معھا الی القرص اذاقدرت علیه مطعوماً و تقنع بالملح ما دوماً.

میں اپنے نفس کو تقوی کے ذریعے تربیت دے کر رام کرتا ہوں تا کہ جس دن خوف حد سے بڑھ جائے گا وہ مطمئن رہے اور بھٹکنے کی جگہوں پر مضبوطی سے جما رہے۔ میں اپنے نفس کو ضرور بہ ضرور اس طرح سدھاروں گا کہ وہ کھانے میں ایک روٹی (جب وہ میرے ہاتھ لگے) پر راضی ہو جائے اور نمک پر بطور سالن اکتفا کرے۔(۱)

۔ نہج البلاغہ صبحی صالح مکتوب/۴۵۔

پندرھواں نکتہ

نظم وضبط

اور

وقت کی تقسیم

کاموں کی پیشرفت میں بنیادی کردار ادا کرنے والے امور میں سے ایک نظم وضبط ہے۔شب وروز کو چوبیس گھنٹوں میں تقسیم کرنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ انسان ہر کام کے لئے کوئی وقت مقرر کرے اور ہر امر کا کوئی آغاز وانجام مد نظر رکھے نیز وقت کی محدودیت اور امور کی اہمیت کے تناسب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان امور کو مقدم رکھے جن کی اہمیت نسبتاً زیادہ ہے۔غیر ضروری و بے فائدہ کاموں کو اپنی زندگی کے پروگراموں سے حذف کرے۔انسان کو چاہیئے کہ ماہ وخورشید اور روز وشب کی گردش سے نصیحت حاصل کرے اور قوانین فطرت سے درس زندگی حاصل کرے۔اللہ تعالٰی زمانے سے بالا اور اس کا خالق ہے اس کے باوجود جب آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر کرتا ہے تو وقت،روز وشب اور ماہ وسال کا تذکرہ فرماتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے حرکت کے ایک خاص حصے کو وقت کے طور پر معین کرتا ہے۔مختصر یہ کہ وہ ہر چیز کو ایک خاص اندازے کے مطابق بناتا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا۔

اس نے ہر چیز کو خلق کیا اور ایک خاص اندازے پر رکھا۔(۱)

۱۔ سورہ فرقان/۲۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِی خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ .

جس (اللہ) نے آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان موجود اشیاء کو چھ دن میں خلق فرمایا۔(۱)

نظم وضبط عقل وخرد کی علامت ہے:

اولیائے الٰہی اپنے اوقات کی تقسیم اور نظام الاوقات کی تعیین پر ممکنہ توجہ دیتے تھے تاکہ دنیا کی محدود زندگی اور اس کے گراں قیمت لمحات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں۔ اسی منصوبہ بندی اور منظّم کوششوں کی بدولت وہ اپنے پیچھے بابرکت آثار چھوڑ گئے۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

ینبغی للمسلم العاقل ان یّکون له ساعة یفضی بها الی عمله فیمابینه و بین الله عزّوجلّ و ساعة یلاقی اخونه الذین یفاوضهم و یفا وضونه فی امر آخرته وساعةیخلّی بین نفسه و لّذاتها فی غیر محرّم فانّها عون علیٰ تلک السّاعتین.

صاحب عقل مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے اور اپنے رب کے مابین امور (عبادات وغیرہ) کی خاطر ایک وقت

....

۔ سورہ فرقان ۵۹۔

معین کرے نیز اپنے ان برادران دینی سے ملاقات کی خاطر ایک وقت مختص کرے جن کی وہ مدد کرتا ہے اور جو اس شخص کے اخروی امور میں اس کی حوصلہ افزائی اور مدد کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسے چاہیئے کہ اللہ کی عطا کردہ حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے بھی ایک مخصوص وقت رکھے کیونکہ یہ حصہ ان دو حصوں کیلئے ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔(۱)

☆☆☆

۱۔ فروع کافی ج۵ ص۸۷۔

سولھواں نکتہ

فرصت کے لمحات کو
غنیمت سمجھنا

ایک اور اہم چیز جس سے سالک راہ حق کو بھرپور طریقے سے استفادہ کرنا چاہیئے فرصت کے لمحات اور وہ مواقع اور وسائل ہیں جو گاہے انسان کو نصیب ہوتے ہیں۔ ہر شخص کو زندگی میں فرصت کے کچھ لمحات اور جلدی گزرنے والے مواقع ملتے ہیں جو ہمیشہ باقی نہیں رہتے۔

امام علیؑ کا ارشاد ہے:

انّ الفرص تمرّ مرّ السّحاب فانتهزوها اذا امکنت فی ابواب الخیر.....

بے شک فرصت کے لمحات بادل کی طرح جلدی گذر جاتے ہیں، پس جب بھی نیک کاموں کو انجام دینے کا کوئی موقع تجھے نصیب ہو تو اسے غنیمت سمجھو اور اس سے فائدہ اٹھاو۔(۱)

قرآن مجید لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ نیک کاموں میں جلدی کریں اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَسَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِن رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰاتُ وَالْاَرْضُ...

۱۔ مستدرک الوسایل ج ۱۲/ ص ۱۴۰۔

اپنے رب کی مغفرت و بخشش نیز آسمانوں اور زمین
کے برابر جنت کی جانب سبقت کرو.......(۱)

رسول اکرمؐ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

انّ لربّکم فی ایّام دھرکم نفحات.
الافتعرضوالھا.

بے شک تمہاری عمر کے ایام میں پروردگار کی طرف
سے رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں پس آگاہ رہو اور ان سے فائدہ
اٹھاؤ۔(۲)

اگر چہ احتیاط اور سوچ سمجھ کر آہستہ کام کرنا عجلت پسندی سے بہتر ہے لیکن اس کے باوجود جب کوئی اچھی فرصت ہاتھ آئے تو عجلت اور جلد بازی بھی زیادہ پسندیدہ امر ہے۔

ایک حدیث میں مذکور ہے:

اضاعة الفرصة غصّه.

اچھے مواقع کو گنوا دینا غم اور پشیمانی کا باعث
بنتا ہے۔(۳)

☆☆☆

....

۱۔ سورہ آل عمران/۱۳۳۔

۲۔ مجۃ البیضاء ج/۵ ص۱۵۔

۳۔ فہرست موضوعی غرر ص۳۰۲۔

سترھواں نکتہ

﴿بندگان خدا کی خدمت﴾

ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور لوگوں کی خدمت خاص کر مؤمنین وصالحین کی خدمت اسلامی اخلاق کی رو سے نہایت اہمیت کی حامل ہیں اسلامی تعلیمات اور اولیائ کی سیرت سے ظاہر ہوتا ہے کہ واجبات کی ادائیگی کے بعد خدا کا قرب حاصل کرنے کا سب سے بڑا وسیلہ یہی نیک صفت ہے۔

اولیاء اللہ ہمیشہ لوگوں کی خدمت کرتے تھے اور بہ نفس نفیس ان کی ضروریات پوری فرماتے تھے ۔قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے والی چیز پائیدار اور جاودان ہوتی ہے لیکن بے فائدہ چیز پانی کی بلبلوں کی طرح بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّامَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذَالِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ.

رہے پانی کے بلبلے تو وہ ایک طرف ہو کر ختم ہو جاتے ہیں لیکن لوگوں کو فائدہ پہنچانے والی چیز زمین میں باقی رہتی ہے (مثلاً پانی یا خالص تانبا) یوں اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے۔(۱)

....

۱۔ سورہ رعد/۱۷۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے:

الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من نفع عیال الله و ادخل علی اهل بیت سرورا.

مخلوقات اللہ کا کنبہ ہیں پس اللہ کا سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو اللہ کے کنبے کو نفع پہنچانے اور کسی گھرانے کو خوش کرے۔(۱)

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ عبادت سے مراد صرف نماز اور روزہ ہے۔ جبکہ کچھ لوگ تو اس حد تک غفلت و نادانی اور خود غرضی کے عالم مین غرق ہوتے ہیں کہ اگران کی آنکھوں کے سامنے لوگ بھوک کے مارے جان دے رہے ہوں تو بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے:

انسک النّاس نسکا انّصحهم جیباً و اسلمهم قلباًلجمیع المسلمین.

لوگوں میں سب سے عابد وہ ہے جو دوسروں سے زیادہ خیر خواہ اور تمام مسلمانوں کے معاملے میں سب سے زیادہ دل میں ہمدردی اور شفقت رکھتا ہو۔(۲)

....

۱۔ اصول کافی ج/۲ ص ۱۶۵۔

۲۔ اصول کافی ج/۲ ص ۱۶۳۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

انّما المومنون فی تراحمهم و تعاطفهم بمنزلة الجسد الواحد اذا اشتکیٰ منه عضو واحد تداعی له سائر الجسد بالحمی و السّهر.

مؤمنین تو بس اپنی باہمی ہمدردی اور محبت کے لحاظ سے ایک جسم کے مانند ہیں چنانچہ جب اس جسم کا ایک عضو درد میں مبتلا ہوتا ہے تو بدن کے تمام دیگر اعضاء بھی اس تکلیف میں اس کا ساتھ دیتے اور بخار و بے خوابی کا شکار ہوتے ہیں۔(۱)

ممکن ہے کہ شیخ سعدی شیرازی نے اپنے یہ معروف اشعار اسی حدیث شریف کی روشنی میں کہے ہوں۔

بنی آدم اعضای یکدیگرند — کہ در آفرینش ز یک گوھرند
چو عضوی بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بے غمی — نشاید کہ نامت نہند آدمی

یعنی سارے انسان ایک بدن کے مختلف اعضاء ہیں کیونکہ ان کی خلقت ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ جب بدن کا کوئی عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو دوسرے حصوں کا سکون بھی چھین جاتا ہے۔

اگر تم دوسروں کی مشکلات سے بے فکر ہو جاؤ گے

۱۔ سفینۃ البحار ج/۱ ص ۱۳۔

تو تمہیں انسان کہہ کر پکارنا مناسب نہ ہوگا۔(۱)

مؤمنوں کی حاجت روائی کا ثواب:

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

من قضیٰ لا خیه المومن حاجة قضی الله عزّوجلّ له یوم القیامة ماته الف حاجه من ذالک اوّلها الجنّة و من ذالک ان ید خل قرابته و معارفه و اخوانه الجنّة بعد ان لّا یکونو انصابا.

جو شخص اپنے برادر دینی کی ایک حاجت پوری کرے خداوند تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ایک لاکھ حاجتیں پوری فرمائے گا جن میں سے پہلی جنت ہے، اس کے علاوہ اس کے رشتہ داروں، دوستوں اور برادران دینی کو بھی جنت میں لے جائے گا بشرطیکہ وہ ناصبی نہ ہوں۔(۲)

لوگوں کے درمیان صلح کروانا:

سماجی خدمات میں سے ایک اہم خدمت لوگوں میں صلح وصفائی کرنا ہے۔اس مقصد کے لئے جدو جہد کرنا اخلاقی تعلیمات کا ایک حصہ ہے۔قرآن مجید اور احادیث اہل بیتؑ میں اس بات کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے۔ یہاں ہم ان آیات واحادیث میں سے بعض کا تذکرہ کریں گے۔

....

۱۔ کلیات سعدی ص ۲۵۔

۲۔ اصول کافی ج ۲/ ص ۱۹۳ حدیث ۱/ ''معمولی فرق کے ساتھ''۔

قرآن اور اصلاح بین الناس:

قرآن مجید کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.

مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔(۱)

احادیث میں لوگوں کے درمیان صلح وصفائی کا بیان:

احادیث میں آپس میں صلح وصفائی کرانے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور لوگوں کو مختلف طریقوں سے کہیں اسے بہترین صدقہ اور کہیں بہترین عبادت وغیرہ کہہ کر اس امر کی ترغیب دی گئی ہے۔

رسول اللہؐ کا ارشاد ہے:

افضل الصدقة اصلاح ذات البين.

بہترین صدقہ آپس میں صلح کر دینا ہے۔(۲)

سب سے بڑی عبادت:

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی نظر میں لوگوں کے درمیان صلح کرانا سب سے بڑی عبادت ہے۔آپؑ نے بستر

....

۱۔ سورہ حجرات/۱۰۔ ۲۔ کنز العمال ج/۳ ص ۵۸۔

شہادت پر اپنے بیٹوں کو وصیتیں کرتے ہوئے فرمایا:

فانّی سمعت جدّ کما صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول صلاح ذات البین افضل من عامّۃ الصلاۃ والصّیام.

میں نے آپ دونوں کے نانا کو یہ فرماتے سنا ہے:

کہ لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرادینا تمام نمازوں اور روزوں سے افضل ہے۔(۱)

یتیموں کی سرپرستی:

اخلاقی خوبیوں میں سے ایک یتموں کی سرپرستی اور انکے ساتھ لطف ومہربانی کا مظاہرہ کرنا ہے انسانوں کی زندگی میں ایسی مشکلات اور محرومیاں ہوتی ہیں جن کا علاج صرف الفت ومحبت کے ذریعے ہی کیا جاسکتا ہے۔ان انسانوں کے درمیان یتیم بچے اپنے باپ یاماں سے محروم ہونے کی وجہ سے مہرومحبت کے نیازمند ہیں ۔کیونکہ یہ بچے اپنے باپ یا ماں سے محروم ہونے کی وجہ سے مہرومحبت کے ایک سرچشمہ سے دور ہوگئے ہیں لہذا سب سے زیادہ یہ بچے محبت اور شفقت کے محتاج ہیں یہ بات واضح ہے کہ ہر معاشرے میں ایسے افراد ضرور موجود ہوتے ہیں کیونکہ کوئی بھی معاشرہ ایسے ناگوار حادثات سے خالی نہیں خصوصاً اسلامی معاشرہ جس میں جہاد

۔ نہج البلاغہ صبحی صالح ص ۴۲۱۔

اور دفاع اہم واجبات میں سے ہونے کی بناء پر کچھ لوگ اپنے والدین سے محروم ہو کر بے سرپرست رہ جاتے ہیں بنابرین اسلام نے یتیموں کے مسئلے کو ایک اہم اور بنیادی مسئلہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں پر ان کی زندگی کے بارے میں ہر لحاظ سے اقتصادی، نفسیاتی، تعلیمی، تربیتی اور دیگر ضروریات کے لحاظ سے ذمہ داری عاید کی ہے۔

ایک حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے:

احبُّ البیوت بیت فیه یتیم مکرّم.

سب سے زیادہ پسندیدہ گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم عزت واحترام کی زندگی گزارتا ہو۔(۱)

قرآن میں یتیموں کا ذکر:

قرآن میں یتیموں کے بارے میں متعدد آیات موجود ہیں۔ بعض آیات میں یتیموں سے بے اعتنائی کو کفر ونفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اَرَاَیۡتَ الَّذِی یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ فَذٰلِکَ الَّذِی یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ .

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز قیامت کو جھٹلاتا ہے؟ یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے۔(۲)

۱۔ تفسیر مراغی ج۳ ص۱۴۹۔

۲۔ سورہ ماعون ۱/ و۲۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

كَلَّا بَلْ لَاتُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ .وَلَا تَحَاضُّونَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ.

ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ تم یتیموں کا احترام نہیں کرتے ہو اور ایک دوسرے کو مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ہو۔(۱)

اللہ تعالی اپنے رسولؐ کو ان کی یتیمی کی یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى.

کیا اس نے تم کو یتیم پا کر پناہ نہیں دی؟۔۔۔(۲)

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ.

پس اب تم یتیم پر قہر نہ کرنا۔(۳)

احادیث پر ایک نظر:

یتیموں کے حقوق کے بارے میں رسول خداؐ اور ائمہ معصومینؑ سے کافی احادیث مروی ہیں۔ان احادیث میں یتیموں کے ساتھ نیکی کی ہدایت کے ساتھ ساتھ اس کام کے

....

۱۔ سورہ فجر/۱۷،۱۸۔

۲۔ سورہ الضحیٰ/۶۔

۳۔ سورہ الضحیٰ/۹۔

اچھے آثار اور عظیم ثواب کی نوید بھی سنائی گئی ہے۔ یہاں ہم صرف چند احادیث کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

رسول اللہؐ کا ارشاد ہے:

من کفّل یتیماً و نفقته کنت انا و هو فی الجنّة کهاتین و قرن بین اصبعیه المسّجه و الوسطیٰ.

جو شخص کسی یتیم کی سرپرستی کرے اور اس کا خرچ برداشت کرے میں اور وہ جنت میں یوں ساتھ ہوں گے، یہ کہہ کر حضورؐ نے اپنی دو انگلی یعنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ساتھ ملایا۔(۱)

ایک اور حدیث نبوی کے الفاظ یہ ہیں:

والّذی نفسی بیده لا یلی مسلم یتیماً فیحسن ولا یته و یضع یده علیٰ راسه الاّ رفعه الله عزّوجلّ بکلّ شعرة درجةو کتب له بکلّ شعرة حسنة و محی عنه بکلّ شعرة سیئةً.

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو مسلمان کسی یتیم کی سرپرستی کرے اور اچھے طریقے سے اس کی سرپرستی سے عہدہ برآں ہو اور اس کے

۱۔ قرب الاسناد ص ۴۵۔

سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالی اس کے ہاتھ کے دائرے میں آئے ہوئے ہر بال کے بدلے اس کے مقام میں ایک درجے کا اضافہ فرماتا ہے ایک نیکی لکھنے کے ساتھ ایک گناہ کو محو فراماتا ہے۔(۱)

یتیم بچوں کی پریشانی اس قدر اہمیت کے حامل ہے کہ رسول للہؐ فرماتے ہیں:

اذا بكى اليتيم وقعت دموعه فى كفّ الرّحمن و يقول تعالىٰ من ابكىٰ هذا اليتيم الّذى واريت والده فى التراب؟ من اسكته فله الجنّه.

جب یتیم روتا ہے تو اس کے آنسو خداوند رحمان کی ہتھیلی میں جا گرتے ہیں اور وہ فرماتا ہے: کس نے اس یتیم کو رولایا ہے جس کے باپ کو میں نے مٹی کے نیچے چھپالیا ہے؟ جو شخص اسے خاموش کرائے اس کے لئے بہشت ہے۔(۲)

بہر حال جو مسلمان اس بات کا مدعی ہو کہ وہ اخلاق حسنہ کا مالک ہے اسے چاہیئے کہ اس دعوی کو عملی جامہ پہنائے۔ اسے چاہیئے کہ یتیم بچوں اور بے سرپرست گھرانوں کی سرپرستی کرے، ان کی خبر لے اور امیر المؤنین حضرت علیؑ کی اس وصیت کو پیش نظر رکھے۔ جو آپ نے اپنی شہادت سے ذرا

....

۱۔ کنزالعمال ج/۳ ص۶۰۳۰۔

۲ تفسیر فخر راضی ج/۳۱ ص۲۲۰۔

پہلے کی تھی جس میں آپؑ فرماتے ہیں:

اللہ اللہ فی الایتام فلا تُغبّوا افواھھم و لا یضیعو ابحضر تکم.

خدارا؛ خدارا؛ یتیموں کا خیال رکھو.کہیں ایسا نہ ہو کہ تم انہیں کبھی سیر اور کبھی بھوکا رکھو.کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہاری موجودگی میں تلف ہو جائیں۔(۱)

حدیث میں مذکور ہے کہ جولوگ بے گھر یتیموں کو پناہ دیں اور اپنے گھر میں ان کی آؤ بھگت کریں اللہ تعالی ان بہشت میں سکونت سے نوازے گا

حضرت امام باقرؑ کا ارشاد ہے:

اَربع من کن فیه بنی الله له بیتا فی الجنة من آوی الیتیم و رحم الضعیف و اشفق علی والدیه و رفق بمملوکة.

جس شخص کے اندر یہ چار خصلتیں پائی جائیں اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں ایک گھر بناتا ہے جو کسی یتیم کو پناہ دے، کمزور پر رحم کرے، اپنے والدین کے ساتھ شفقت سے پیش آئے اور اپنے غلام سے نرمی کرے۔(۲)

☆☆☆

....

۱۔ نہج البلاغہ صبحی صالح ص ۴۲۱ وصیت /۴۷۔

۲۔ خصال صدوق ج/۱ ص ۲۱۱۔

اٹھارھواں نکتہ

اللہ پر توکل اور اعتماد

عملی اخلاق کے ابتدائی مراحل میں سے ایک مرحلہ نیز ایمان اور عادات حسنہ کا ایک اور مظہر اللہ پر توکل و اعتماد ہے۔

قرآن میں توکل کا بیان:

قرآن مجید متعدد مقامات پر توکل کو مؤمنوں کی صفت قرار دیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ .

اگر تم لوگ مومن ہو تو اللہ پر توکل کرو۔(۱)

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ .

ایمان والوں کو چاہیئے کہ وہ فقط اللہ پر توکل کریں۔(۲)

توکل کیا ہے؟

سال النبیّ جبرئیل ما التوکّل علی اللہ عزّوجلّ ؟ فقال العلم بان المخلوق لا یضرُّ ولا ینفع ولا یعطی ولا یمنع واستعمال الیّاس من الخلق. فاذا کان العبد کذالک لم یعمل لا حد

....

۱۔ سورہ مائدہ/۲۳۔

۲۔ سورہ آل عمران/۱۲۲۔

سوی اللہ ولم یرج ولم یخف سوی اللہ ولم یطمع فی احدٍ سوی اللہ فھذا ھو التوکُّل.

رسول اللہؐ نے جبریل سے پوچھا کہ اللہ پر توکل کا مفہوم کیا ہے؟ جبریل نے جواب دیا اس سے مراد اس بات کی یقین ہے کہ مخلوق نہ ضرر پہنچا سکتی ہے نہ فائدہ. نہ کچھ دے سکتی ہے اور نہ روک سکتی ہے نیز توکل یہ ہے کہ مخلوق سے کوئی امید نہ رکھی جائے. پس جب کوئی بندہ اس حالت کو پہنچ جائے تو وہ اللہ کے سوا کسی کے لئے عمل انجام نہیں دے گا کسی پر امید اور کسی کا خوف نہیں رکھے گا اور کسی کو اپنی خواہشات کا محور قرار نہیں دے گا یہی توکل کا مطلب ہے۔(۱)

توکل کے بارے میں علامہ طباطبائی کا بیان:

علامہ طباطبائی مرحوم (قدس سرہ) فرماتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ مادی دنیا میں ارادے کو عملی جامہ پہنانے اور مقصد تک رسائی کیلئے مادی اور روحانی اسباب وعلل کی ضرورت ہوتی ہے۔

جب انسان میدان عمال میں اترتا ہے اور ضرورت کے تمام ظاہری و مادی اسباب فراہم کرتا ہے تو اب مقصد تک رسائی کی راہ میں صرف چند معنوی وروحانی عوامل (مثلاً عزم و ارادے کی سستی، ڈر، غم واندوہ، عجلت پسندی، بے اعتدالی،

۱۔ بحار الانوار مطبوعہ بیروت ج ۶۸/ ص ۱۳۸۔

بے وقوفی، بے تجربہ کاری اور علل واسباب کی تاثیر کے بارےمیں بدگمانی وغیرہ) حائل ہوتے ہیں۔ اس حالت میں اگر کسی کواللہ تعالیٰ پر توکل ہوتو اس کا عزم وارادہ قوی اور روحانی رکاوٹیں توکل کے مقابلے میں ہتھیار ڈال دیتی ہیں کیونکہ انسان توکل کی صورت میں مسبّب الاسباب (جوتمام اسباب کو پیدا کرنے والا ہے) کے ساتھ مربوط ہوجاتا ہے اور اس ارتباط کی موجودگی میں کسی قسم کی پریشانی اورتشویش کی گنجائش نہیں رہتی۔

یوں وہ شخص عزم راسخ کے رکاوٹوں کا مقابلہ کرتا ہے تاکہ منزل مقصود تک پہنچ سکے۔ علاوہ ازین توکل کا دوسرا پہلو اس کا غیبی اور ماوراء لطبعی پہلو ہے یعنی اللہ تعالیٰ صاحب توکل انسان کی غیبی امداد اس طرح سے کرتا ہے کہ جس کا ذکر اسے گمان بھی نہ ہو۔

بظاہر یہ آیت " وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ " اسی قسم کی مدد کی نوید سناتی ہے۔

توکل کے آثار قرآن کی زبانی:

اس بات میں شک کی گنجائش نہیں کہ توکل عجیب اثرات کا حامل ہے۔ یہ اثرات انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر مرتب ہوتے ہیں۔

توکل کے آثار اس قدر عظیم ہیں کہ جب تک انسان

اس وادی میں قدم نہ رکھے اس وقت تک وہ اس کی اصل حقیقت کونہیں سمجھ سکتا۔ یہاں ہم قرآن مجید کی روشنی میں توکل کے بعض آثار کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ قوت فیصلہ:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ.

جب تم عزم وارادہ کر چکوتو اللہ پر توکل کرو. کیونکہ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(۱)

۲۔ شجاعت:

وَلَا تُطِعِ الْکَافِرِیْنَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰیھُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلاً.

اور کافروں اور منافقوں کی پیروی نہ کر نیز ان کی اذیتوں کی پرواہ نہ کرو اور اللہ پر توکل کرو۔ اللہ کی حمایت تمھارے لئے کافی ہے (یعنی توکل کے سائے میں کسی سے نہ ڈرو)۔(۲)

۳۔ ترک گناہ اور شیطان کے غلبہ سے رہائی:

اِنَّہُ لَیْسَ لَہُ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ.

۱۔ سورہ آل عمران/۱۵۹۔ ۲۔ سورہ احزاب/۴۸۔

یعنی شیطان کو ان لوگوں پر کوئی تسلط حاصل نہیں جو ایمان لے آئے ہیں اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔(۱)

۴۔ لوگوں کی حمایت ومخالفت سے بے نیازی اور حادثات سے لاپروائی:

فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً.

آپ ان سے اعراض کریں (ان کی سازشوں سے نہ ڈریں) اور اللہ پر بھروسہ کریں۔ اللہ اس کام کو ذمہ لینے کیلئے کافی ہے۔(۲)

توکل کے آثار احادیث کی روشنی میں:

معصومینؑ کی احادیث میں توکل کے اچھے آثار بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ قوت اور شجاعت:

حدیث نبوی ہے:

من احبّ ان یکون اقوی النّاس فلیتو کلّ علی الله.

جو شخص لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور بننے کا

....

۱۔ سورہ نحل/۹۹۔ ۲۔ سورہ نساء/۸۱۔

خواہشمند ہو اسے چاہیئے کہ اللہ پر توکل کرے۔(۱)

۲۔ توکل اور بلند ہمت:

حضرت جواد الائمہؑ فرماتے ہیں:

الثقة باللّٰه تعالیٰ ثمن لكلّ غالٍ وسلّم الیٰ كُلّ عالٍ.

اللہ پر توکل واعتماد ہر قیمتی چیز کی قیمت اور تمام بلندیوں (تک پہنچنے کی) سیڑھی ہے۔(۲)

۳۔ توکل اور ذوق عمل:

رای رسول اللّٰه قوماً لا یزرعون قال ماانتم؟ قالو نحن المتوكّلون قال بل انتم المتكلون.

رسول اللہؐ نے ایک جماعت کو دیکھا جو کھیتی باڑی نہیں کرتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا تم کیا ہو؟ بولے ہم اللہ پر توکل کرنے والے ہیں۔ فرمایا تم اللہ پر توکل نہیں کرتے بلکہ دوسروں پر بوجھ ہو۔(۳)

☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل ج ۲/ ص ۲۸۸۔

۲۔ بحار الانوار ج ۷۵/ ص ۳۶۴۔

۳۔ مستدرک الوسائل ج ۲/ ص ۲۸۸۔

انیسواں نکتہ

﴿لوگوں کے ساتھ﴾
﴿حسن سلوک﴾

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے تزکیہ نفس کے سلسلے کا ایک نقطہ آغاز لوگوں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک ہے اس مسلئے کو اسلامی اخلاق کے اندر خاص مقام حاصل ہے۔

چنانچہ رسول خداؐ سے مروی ہے:

افا ضلکم احسنکم اخلاقاً الموطنون اکنافاً الّذین یالفون و یولفون.

تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کا اخلاق تم سب سے اچھا ہو اور وہ دوسروں کی خدمت پر آمادہ ہوں اور جو لوگوں کے ساتھ الفت اور محبت کی زندگی گزاریں۔(۱)

یہاں ایک تمہیدی نکتے کا بیان فائدے سے خالی نہیں اور وہ یہ کہ اگر چہ حسن خلق کا تعلق روحانی و معنوی کمالات مثلاً عدل، شجاعت، تواضع، سخاوت، جذبہ ایثار و قربانی سے ہے۔

لیکن لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کو بھی حسن خلق کہتے ہیں۔ جو افراد دوسرے لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرتے ہیں وہ بھی نیک اخلاق والے کہلائے جاتے ہیں کیوں کہ یہ صفت (لوگوں سے حسن سلوک) روح کی پاکیزگی اور معنوی کمال کی مرہون منت ہوتی ہے اور اس کا

....

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۱۰۲۔

ایک اخلاقی سہارا بھی ساتھ میں ہوتا ہے۔لوگوں سے اچھا سلوک کسی شخص کی عظمت، بلند شخصیت، تواضع اور جذبہ قربانی و فداکاری کی دلیل ہے نیز اس کے معنوی کمال اور روحانی پاکیزگی کی بھی دلیل ہے۔

واجب اور غیر واجب اخلاقی مسائل:

اسلامی تعلیمات میں فقہی، قانونی اور اخلاقی مسائل نیز عبادات و معاملات الغرض تمام انفرادی و اجتماعی امور سے متعلق بہت سارے آداب و رسوم کا بیان ہوا ہے۔ان میں سے بہت سے آداب کو غیر واجب اخلاقی آداب قرار دیا گیا ہے حالانکہ اخلاقی مسائل کو بھی دو حصوں (واجب اور غیر واجب) میں تقسیم کرنا چاہیئے۔

صرف ایک مسئلے کے سنت یا اخلاقیات کے زمرے میں داخل ہونے کی وجہ سے سارے اخلاقیات کو غیر واجب نہیں ٹھرایا جائے۔مثلاً عہد کی پابندی، جذبہ ایثار و قربانی اور نیکی واحسان وغیرہ وہ مسائل ہیں جو بعض صورتوں میں یقیناً واجب ہوجاتے ہیں۔اگر چہ یہ اخلاقی موضوعات کے زمرے میں آتے ہیں لیکن ان کی رعایت واجب ہے۔

درحقیقت اس قسم کی صفات دوسرے واجبات و فرائض کے لئے ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں - یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو چیز واجبات و فرایض کیلیۓ ممد و معاون ثابت

ہو وہ خود مستحب ہو؟

علاوہ ازیں ممکن ہے کہ بہت سارے اخلاقی آداب و رسوم انفرادی طور پر واجب نہ ہوں لیکن اجتماعی و معاشرتی نقطہ نظر سے یعنی معاشرتی آداب کے لحاظ سے لازم العمل بن جائیں۔

کیونکہ جو معاشرہ انسانی و اسلامی اقدار میں داخل ہونے نیز پاک و پاکیزہ اور خدا کو پسند طریقہ زندگی کو اپنانے کا خواہشمند ہو اسے چاہیئے عملی طور پر اس قسم کے آداب کی لازماً پابندی کرے۔اگر انسانی اور اسلامی اصولوں کے مطابق اجتماعی زندگی گزارنی ضروری ہے (اور ایسا ہے) تو پھر اس کے آداب کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

یاد رہے کہ جس طرح نماز، روزہ، حج، خمس، زکات، امر بہ معروف اور نہی عن المنکر جیسی عبادات ظاہری اور باطنی آداب کی حامل ہیں اور ان آداب کی رعایت کے بغیر یہ عبادات حقیقت کا روپ دھار نہیں لیتیں بلکہ عبادات کا صرف بے روح ڈھانچہ ہی رہ جاتا ہے، اسی طرح لوگوں کے ساتھ روابط، معاملات اور معاہدوں کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں جن کی پابندی نہ کرنے کی صورت میں مفاد پرستی پر مشتمل صرف ظاہری حرکات باقی رہ جاتی ہیں۔

دوسرے لفظوں میں ان معاشرتی اور انسانی آداب و رسوم کو چھوڑنے کی صورت میں انسان یا معاشرہ ایک بے روح

مشین بن کر رہ جاتا ہے اور زندگی ایک حیوانی اور مشینی زندگی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور آدمی ایک درندہ حیوان یا آٹومیٹیک مشین میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

اتنے سارے معاشرتی اصولوں اور اخلاقی آداب میں لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کو اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں خاص مقام حاصل ہے۔قرآن کی آیات اور احادیث کے مطالعے سے ہمارا یہ دعویٰ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ان تمام اخلاقی تعلیمات میں انسانیت کی عزت اور اس کا احترام زیادہ اہمیت کا حامی ہے۔

ارشاد قرآنی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ فَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا.

اور بہ تحقیق ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے،انہیں خشکی اور دریاؤں میں سواریوں پر اٹھایا ہے،انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا ہے۔اور ان کو اپنی مخلوقات میں سے بہت سوں پر فضیلت دی ہے۔(۱)

اگر چہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں ان آداب و روایات کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے جن کا تعلق براہ راست تزکیہ

---

۱ سورہ اسراء/۷۰۔

نفس اور روحانی تربیت سے ہے لیکن چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور زندگی بہر حال روحانی ارتقاء وتکامل کا ایک ذریعہ ہے جس بناء پر انسان کی زندگی کا کوئی گوشہ اس کی روحانی زندگی سے علیحدہ نہیں لہذا اسلام تزکیہ کے مسئلے کو وسیع تر اور جامع تر نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں اسلام انسان کو اس کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں حقائق سے دور فضاؤں میں سرگردان نہیں چھوڑتا یہ تصور کہ معاشرتی پہلو اور روحانی و معنوی پہلو ایک دوسرے سے جدا ہیں ایک گمان باطل سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

بنابریں زندگی کے آداب اور لوگوں سے حسن سلوک ایک خداپرست اور حقیقی مسلمان کی خصوصیات میں شامل ہیں نیز اسلامی معاشرے کے ارتقاء وتکامل کا ذریعہ ہیں۔ آداب و روایات بھی معاشرتی پہلو کے ساتھ ساتھ معنوی اور جذباتی پہلو کے بھی حامل ہیں مثلاً ایک خوش اخلاق مسلمان دوسروں کو سلام میں پہل کر کے دوسروں کا احترام بھی بجالاتا ہے اور فروتنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی روح سے تکبر اور غرور کے زنگ کو دور بھی کرتا ہے۔

یوں وہ ایک تیر سے دو شکار کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں باہمی روابط مستحکم ہوتے ہیں نیز خود غرضی کا بت بھی پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تمام آداب و رسوم میں مذکورہ پہلوؤں کو مناسب شرائط کی موجودگی میں مدنظر رکھا جاسکتا ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ انسان اسلام کو اپنی زندگی کے ہر شعبے کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات سمجھے۔ یاد رہے کہ قانون اور اخلاق کے میدان میں اسلامی آداب وروایات کا دامن اتنا وسیع ہے کہ ان سب کا تذکرہ کرنے کیلئے طویل اور مفصل بحث کی ضرورت ہے جس کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

☆☆☆

بیسواں نکتہ

﴿ زہد ﴾

زہد سے مراد اس چیز سے بے رغبتی ہے جس میں ذاتی اور فطری طور پر جاذبیت ہو اور انسان اس کی طرف رجحان اور رغبت رکھتا ہو اگر انسان اپنے ارادے اور اختیار سے اس چیز سے بے رغبتی اختیار کرے اور اس کی جاذبیت و دلکشی کو اہمیت نہ دے تو وہ زاہد کہلائے گا۔ قرآن کریم حضرت یوسفؑ کے بھائیوں (جنہوں نے حضرت یوسفؑ کو غلام کے طور پر معمولی قیمت کے بدلے فروخت کیا تھا) کے بارے میں فرماتا ہے:

....وَ کَانُوۡا فِیۡہِ مِنَ الزَّاہِدِیۡنَ .

یعنی انہوں نے اپنے بھائی یوسفؑ کے بارے میں زہد اور بے رغبتی کا مظاہرہ کیا اور انہیں کم قیمت میں فروخت کر دیا۔ وہ یوسفؑ سے حسد کے باعث انہیں اپنے درمیان نہیں دیکھنا چاہتے تھے یوں انہوں نے اپنے باپ (یعقوبؑ) کو سالہائے سال تک یوسفؑ کے فراق میں تڑپایا۔(۱)

یہ تھا زھد کا لغوی اور عام معنی لیکن اخلاقی و معنوی خصوصیت کے لحاظ سے زہد کا مفہوم اس سے کہیں بلند وبالا ہے، زھد عرفا کی نظر میں عبودیت کا ایک مرحلہ و مرتبہ ہے دوسری الفاظ میں زہد عبارت ہے دنیا کو دل سے نکالنے اور

....

۱۔ سورہ یوسف/۲۰۔

اخروی منازل کی طرف حرکت کرنے سے۔

اس لطیف نکتے کی تفسیر ایک جملے یا ایک کتاب میں نہیں کی جاسکتی۔یہی وجہ ہے کہ عرفاء اور علم اخلاق کے ماہرین نے زہد کے بارے میں مختلف عبارات اور تعبیروں سے کام لیا ہے جن میں سے ہر تعبیر زہد کے کسی ایک پہلو کی نشاندہی کرتی ہے۔لیکن چونکہ یہ لفظ ایک لطیف عرفانی اور مذھبی مفہوم کے حامل ہے لہذا بہتر ہے کہ ہم اس لفظ کی تعریف کرتے وقت زبان وحی، پیشوایان مذہب کی تعبیرات اور تعلیمات دینی کا سہارا لیں اور اس لفظ کے حدود اربعہ کو انہی کی روشنی میں معین کریں۔قرآن کریم نے دو مختصر جملوں میں اس کی ایک جامع تعریف بیان کی ہے جو حکمت و معرفت سے لبریز ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

لِكَيْلَا تَاسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلَاتَفْرَحُوا بِمَا آتٰيكُمْ....

یعنی اگر دنیا کا تیری طرف منہ کرنا یا اس کا منہ پھیرنا یا اس کا حصول اور اس سے محرومی تمہارے نظروں میں مساوی ہوں دوسرے لفظوں میں دنیا سے محرومی پر تمہیں غم واندوہ یا افسوس نہ ہو اور دنیا کے حصول سے شادان و وابستہ نہ ہوں تو اس صورت میں تم زھد کے مقام کو حاصل کرلو گے۔(۱)

....

۱ سورہ الحدید/۲۳۔

ان عرائض کی روشنی میں ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حقیقی ''زہد'' تین چیزوں سے مشروط ہے:

پہلی شرط یہ کہ:۔ انسان کے اندر فطری خواہش، رجحان اور رغبت موجود ہو۔ اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے کھانے کی اشیاء اور پھلوں وغیرہ سے بے رغبت ہو جائے تو اس بے رغبتی کو ہم زہد نہیں کہہ سکتے اور اس کا زہد سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری شرط یہ کہ:۔ مادی وسائل تک دسترسی ممکن ہو۔ پس اگر کسی کو مجبوری اور عجز و ناتوانی کی بناء پر حصول دنیا سے محرومی کا سامنا کرنا پڑے تو اسے بھی زاہد کہنا درست نہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ:۔ دنیا کا تمام تر مادی اور شہوانی ''جاذبیت'' کے باوجود انسان عظیم تر مقاصد اور بالاتر اہداف کی خاطر دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اور دنیا کے زرق و برق اور آنکھوں کو چکاچوند کرنے والی رنگینیوں کا غلام بن کر نہ رہ جائے۔

زھد کی علامات:

زہد کے کچھ آثار و علامات ہیں صاحبان عرفان اور سیر و سلوک کے ماہرین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق زہد کے مختلف آثار بیان کئے ہیں لیکن بہتر ہے کہ یہاں بھی ہم رسول اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کے فرامین کی طرف رجوع کریں کیوں کہ قرآن کے بعد سب سے بہتر اور سب سے زیادہ

خوبصورت کلام رسول خداؐ اور زاہدوں کے سالار علی بن ابی طالبؑ کا کلام ہے۔رسول اکرمؐ کی حدیث ہے:

من زهد فی الدُّنیا ادخل اللّٰه الحكمة فی قلبه فانطق بها لسانه و عرّفه ُداء الدُّنیاو دوائها و اخرجه منْها سالماًالیٰ دار السّلام.

جو شخص دنیا سے بے رغبتی اور زہد اختیار کرے اللہ اس کے دل میں حکمت کو داخل کرتا ہے اوراس کی زبان پر حکمت کو جاری فرماتا ہے،اسے دنیا کی بیماریوں اور دوائیوں سے آشنا بناتا ہےاوراسے دنیا سے صحیح وسالم نکال کردارالسلام (بہشت) کی طرف لے جاتا ہے۔(۱)

امیرالمؤمنین حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

انّ الزّاهدین فی الدُّنیا تبکی قلوبهم و ان ضحكوا و يشتدُّ حزنهم وان فرحوا و يكثر مقتهم انفسهم وان اغتطبوا بما رزقُوا....

بہ تحقیق زہد(دنیاسے بے رغبتی)اختیار کرنے والوں کے دل روتے ہیں اگر چہ وہ بظاہر ہنستے ہیں اوروہ سخت محزون ہوتے ہیں اگر چہ ظاہراً خوشحال ہوتے ہیں نیز وہ اپنے نفسکے ساتھ بہت مقابلہ کرتے ہیں اگر چہ ان کو حاصل نعمتوں پر دوسرے لوگ رشک کرتے ہیں۔(۲)

....

۱ المحجۃ البیضاء ج ۷/ص ۳۵۳۔ ۲۔نہج البلاغہ صبحی صالح خطبہ/۸۱۔

اکیسواں نکتہ

قناعت

قناعت صاحب ایمان اور نیک لوگوں کی ایک اور خصوصیت ہے۔تزکیہ وتربیت نفس والے اشخاص جوقناعت و عزت کے اوصاف سے بھی متصف ہیں دوسروں کے مال ودولت کو لالچ اور طمع کی نظر سے نہیں دیکھتے اور حصول جاہ و مال کے لئے اپنی شخصیت کوتباہ نہیں کرتے۔

قناعت پسند لوگ بنیادی ضروریات پر بلکہ اس سے کم پر بھی راضی ہوتے ہیں ۔قناعت کی سب سے واضح علامت خدا کی تقسیم پر راضی برضا رہنا ہے۔قناعت اخلاقی بلندی کی ایک دلیل اور رسول اکرمؐ کی اخلاقی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔ہمیں بھی چاہیئے کہ آنحضرتؐ جو ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں کی پیروی کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس صفت سے آراستہ کریں۔

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا ہے:

ان اللّٰہ خصّ رسولہ بمکارم الْاخلاق فامتحنوا انفسکُم فان کانت فیکم فاحمد وا اللّٰہ وارغبوا الیہ فی الزّیادۃ منھافذکر ھد عشرۃُ، الیقین والقناعۃ والصّبروالشُّکر والحلم وحسن الخلق والسّخآء والغیرۃ والشّجاعۃ والْمروّۃ.

بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاقی خوبیوں کو اپنے

رسول گا خاصہ قرار دیا۔ پس تم بھی اس سلسلے میں اپنے آپ کو آزماؤ۔ پھر اگر تم میں یہ خوبیاں موجود ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرو اور خدا سے دعا کرو کہ وہ ان میں اضافہ کرے۔ وہ خصوصیات یہ ہیں: یقین، قناعت، صبر، شکر، رضا، خوش خلقی، سخاوت، غیرت، شجاعت اور بہادری۔(۱)

قناعت کے دو درجے ہیں ایک عالی اور دوسرا اعلیٰ پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ صرف ضروری چیزوں پر اکتفا کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس سے بھی کم پر راضی ہو۔

قناعت کی یہ دونوں صورتیں عظیم انسانی صفات نیز انبیاء اور اولیاء صالحین کی خصوصیات میں داخل ہیں البتہ دوسرا درجہ پہلے والے درجے سے زیادہ اہم ہے کیوں کہ جو شخص اس مرحلے میں بھی قناعت کا عادی ہو وہ قناعت کے علاوہ جذبہ ایثار و قربانی کا بھی حامل ہوگا۔

امیر لمومنین علیؑ کا ارشاد:

آپؑ رسول خداؐ کے ایک صحابی خبّاب بن ارت کی تعریف کرتے ہوئے ان کی امتیازی صفات میں سے ایک قناعت اور مقدار ضرورت پر اکتفا کرنے کی خصلت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یرحم اللّٰہ خبّاب ابن الارت فلقد اسلم

....

۱ وسائل الشیعہ ج/۱۱ ص۱۳۹۔

راغباً وھاجر طائعاً وقنع بالکفاف ورضی عن اللّٰہ وعاش مجاھداً.

خباب بن ارت پر اللہ کی رحمت ہو۔ بہ تحقیق وہ اپنی رغبت سے مسلمان ہوا۔ اس نے جذبہ اطاعت کے تحت ہجرت کی، سادہ زندگی اپنائی، اللہ (کی قضاء وقدر) سے راضی رہا اور مجاہدانہ زندگی گزاردی۔

اس کے بعد فرمایا:

طوبی لمن ذکر المعاد وعمل للحساب و قنع بالکفاف ورضی عن اللّٰہ .

خوش نصیب ہے وہ شخص جو آخرت کو یاد کرے، روز حساب کے لئے عمل کرے، ضرورت بھر پر قناعت کرے اور اللہ سے راضی رہے۔(۱)

قناعت کے آثار ونتائج:

قناعت کی موجودگی اور عدم موجودگی کے آثار ونتائج مختلف ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اگر کسی انسان میں قناعت کا جذبہ موجود ہو تو اس کے بہت ہی اچھے نتائج مرتب ہوں گے لیکن اگر وہ قناعت کے بجائے حرص وطمع کا غلام ہو تو اس کے برے اور منفی اثرات ظاہر ہوں گے۔

۱۔ نہج البلاغہ فیض الاسلام حکمت ر۳۱۱۔

قناعت کے مثبت اثرات:

عزت وسرفرازی: اس بات میں شک کی گنجائش نہیں کہ اسلامی اور قرآنی نقطہ نظر سے عزت و بزرگی کے حقدار صرف مومنین ہیں۔

ارشاد قرآنی ہے:

...وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ .

عزت تو صرف اللہ، اس کے رسولؐ اور مومنین کا حق ہے لیکن منافقین یہ نہیں جانتے۔(۱)

مومن کو حاصل یہ عزت اور عظمت اس قدر اہم ہے کہ اسلام نے مومن کو دوسروں کے آگے اپنے آپ کو ذلیل وخوار بنانے کی کسی صورت اجازہ نہیں دی ہے۔

حضرت امام صادقؑ کا ارشاد ہے:

انّ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فوّض الی المومن امورہ کُلّھا ولم یفوض الیہ ان یذلّ نفسہ الم ترقول اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ ھیھنا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ والمومن ینبغی ان یّکون عزیزا ولا یکون ذلیلا.

....

۱۔ سورہ منافقین/۸۔

بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے تمام امور اس کے حوالے کر دیے ہیں لیکن اسے یہ اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل و خوار کرے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: عزت تو بس اللہ، اسکے رسولؐ اور مؤمنین کو حاصل ہے۔ بنابریں مؤمن کو باعزت رہنا چاہیئے اور اسے ذلت و خواری اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔(۱)

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کا ارشاد ہے:

لا اعزّ من قانعٍ.

صاحب قناعت انسان سے بڑھ کر کوئی شخص عزت والا نہیں۔(۲)

القناعة ابقی عزّ.

قناعت سب زیادہ پائیدار عزت ہے۔

حضرت امام علیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

لا کنز اغنیٰ من القناعة .

کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ بے نیاز کرنے والا نہیں۔(۳)

....

۱۔ تفسیر برہان ج ۴ ص ۳۲۹۔

۲۔ فہرست غرر ص ۳۳۰ شمارہ ۶۱۸۔

۳۔ نہج البلاغہ صبحی صالح حکمت ۳۷۱۔

قناعت اور بے نیازی:

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ اگر کوئی اللہ کی طرف سے عطا کردہ چیزوں پر قناعت کرے تو وہ سب سے زیادہ بے نیاز انسان ہے۔

درحقیقت جو بات اہمیت اور قدر و قیمت رکھتی ہے وہ قناعت اور بے نیازی ہے نہ کہ مال و دولت ۔ کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو مال و دولت کی فراوانی کے باوجود گداگروں والی صفت کے حامل ہیں۔

رسول گرامی اسلامؐ سے مروی ہے:

لیس الغنیٰ عن کثرۃ العرض، انما الغنیٰ غنیٰ النفس.

بے نیازی دولت کی فراوانی میں نہیں بلکہ بے نیازی تو بس نفس کی بے نیازی ہے۔(۱)

حضرت امام صادقؑ کی حدیث ہے:

من قنع بما رزقه الله فهو من اغنی الناس.

جو شخص اللہ کی دی ہوئی چیزوں پر قانع رہے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہے۔(۲)

۱۔ المحجۃ البیضاء ج/۶ ص/۵۱۔

۲۔ اصول کافی ج/۲ ص/۱۳۹۔

قناعت نہ کرنے کے برے اثرت:

پہلا نکتہ:۔ ذلت وخواری:

جو شخص اللہ کی طرف سے ملی ہوئی چیزوں پر راضی نہ ہو وہ خواہ نا خواہ دوسروں کے اموال کی طرف حرص وطمع کی نظروں سے دیکھے گا جس کے نتیجے میں وہ ان کی طرف دست سوال دراز کرے گا۔ یہ کام بجائے خود اس کی ذلت وخواری کا موجب ہوگا۔

حضرت امام صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے:

ما اقبح بالمؤمن ان تکون له رغبة تذله.

مومن کے لئے یہ بات کس قدر نازیبا ہے کہ وہ ایسی چیز کی خواہش کرے جو اسے ذلیل کردے۔(۱)

دوسرا نکتہ:۔ دائمی پریشانی:

حرص اور لالچ کا ایک نتیجہ ذہنی پریشانی اور اضطراب ہے۔

قرآن کریم کی ایک آیت ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ اَزْوَاجاً مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقىٰ.

....

۱۔ اصول کافی ج۲/ ص۳۲۰۔

اور خبردار ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو زندگانی دنیا کی رونق سے جو مالا مال کیا ہے اس کی طرف آپ نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں کہ یہ دنیوی زندگی کے شگوفے اور ان کی آزمائش کا ذریعہ ہے اور آپ کے پروردگار کا رزق اس سے کہیں زیادہ بہتر اور پائدار ہے۔(۱)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

استوئ رسول اللهؐ جالساًثم قال من لم يتعز بعزاء الله تقطعت نفسه على الدنيا حسرات ومن اتبع بصره ما فى ايدى الناس طال همه ولم يشف غيضه ومن لم يعرف ان الله عليه نعمة الا فى مطعم ومشرب قصر اجله ودنا عذابه.

یعنی جب رسول اللہؐ نے یہ آیت سنی تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: جو شخص اللہ سے دل نہ لگائے وہ حسرت دنیا کے ہاتھوں جان دے دے گا۔ جو کوئی لوگوں کے مال و دولت پر نظریں جمائے رکھے اس کا حزن و غم طویل ہو جائے گا اور اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوگا اور جو کوئی اللہ کی نعمتوں کو صرف کھانے پینے کی اشیاء تک محدود سمجھے اس کی عمر کم ہو جائے گی اور اس کا عذاب (غم واندوہ) قریب ہو جائے گا۔

☆☆☆

....

۔ سورہ طٰہٰ/۱۳۱۔

بائیسواں نکتہ

﴿ تواضع ﴾

تواضع دینی اور معاشرتی آداب و رسوم کا ایک حصہ ہونے کے علاوہ اچھے اخلاق کے مالک انسان کی ایک خصوصیت بھی ہے۔ اسلام نے تواضع کے بارے میں بہت تاکید کی ہے۔ اس سلسلے میں یہاں ہم بعض آیات وحدیث کا تذکرہ کرتے ہیں۔

قرآن اور تواضع:

اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کی صفات وخصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے تواضع کو ان صفات وخصوصیات میں شمار فرماتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُونَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْناً وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً.

خداوند رحمان کے بندے وہی ہے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے خطاب کرتے ہیں تو انہیں سلام کرتے ہیں اور بے اعتنائی وسنجیدگی کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔(۱)

۱۔ سورہ الفرقان/۶۳۔

تواضع، احادیث کی روشنی میں:

حضرت علیؑ نے اہل تقویٰ کی توصیف میں فرمایا۔

ومشیهم التّواضع.......

یعنی پرہیز گاروں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان کے راستہ چلنے اوران کی راہ و روش میں فروتنی اور تواضع کا مظاہرہ ہوتا ہے۔(۱)

رسول گرامی اسلامؐ نے فرمایا:

من تواضع لله رفعه الله فهو فی نفسه ضعیف و فی اعین النّاس عظیم.

جوشخص اللہ کی خاطر تواضع اختیار کرے اللہ اسکے مقام کو بلند کرتا ہے۔(۲)

رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے:

اربع لا یعطیهنّ الله الّا من یحبّه . الصّمت و هو اوّل العبادة و التّوکّل علی الله و التّواضع و الزّهد فی الدُّنیا.

یعنی چار صفات ایسی ہیں جنہیں اللہ صرف اپنے محبوب بندوں کو عطا کرتا ہے.....ان میں ایک تواضع ہے۔(۳)

....

۱۔ نہج البلاغہ صبحی صالح خطبہ/۱۹۳۔

۲۔ کنزالعمال ج/۳ ص۱۱۳۔

۳۔ جامع السعادات ج/۱ ص ۳۵۔

تحیت کیا ہے؟

قرآن میں بعض جگہوں پر تحیت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔بعض احادیث میں اس سے سلام کرنا مراد لیا گیا ہے،بطورنمونہ ان موارد کو بیان کیا جاتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا.

اور جب تمہیں کوئی تحیت پیش کی جائے تو اس سے بہتر یا کم از کم ویسا ہی جواب دو بیشک اللہ ہر شیء کا حساب کرنے والا ہے۔(۱)

نیز ارشاد ربانی ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً.

پس جب تم لوگ گھروں مین داخل ہوتو کم از کم اپنے ہی اوپر سلام کرلو کہ یہ پروردگار کی طرف سے نہایت ہی مبارک پاکیزہ تحفہ ہے۔(۲)

۱۔ سورہ نساء/۸۶۔

۲۔ سورہ نور/۶۱۔

یعنی اگر کوئی گھر میں نہ ہوتو اللہ کی طرف سے اپنے اوپر سلام کرو۔ یہ بات سلام کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔(اس سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گھروں میں داخل ہوتے وقت ایک دوسرے کو سلام کیا جائے)۔

☆☆☆

.... آپ کی رہنمائی کے لئے پیش پیش ....

مرکز الاستفتاء امامیہ

مؤمنین............اگر آپ چاہتے ہیں

☆ کہ اپنے دینی سوالات کے صحیح جوابات

☆ گھریلو مشکلات کا آسان حل

☆ اور خاندانی تنازعات واختلافات کا دوٹوک فیصلہ

شرعی اصولوں کے مطابق شہر کراچی کے جیّد علماء کرام کے

ذریعے فقہ اہلبیتؑ کے سائے میں ہو جائے

تو آپ تشریف لائیں

مرکز الاستفتاء امامیہ

زیر نگرانی............

ہیئت ائمہ مساجد وعلماء امامیہ پاکستان

پتہ: مرکزی آفس B-107 سروے نمبر 616 نزد غازی چوک

جعفر طیار سوسائٹی ملیر کراچی۔ فون نمبر: 021-6015480

اوقات: ہفتہ، اتوار، پیر: بعد از نماز مغرب تا 10 بجے شب

[illegible]

[illegible]

([illegible])

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]